الغالب
مؤلفہ
اجزادہ ناصرالدین احمد خاں عرف خسرو مرزا المیوری

ناشر : خود مؤلف کتاب ہذا

ملنے کا پتہ : کتابستان۔ گلی قاسم جان۔ دہلی۔۶

پہلی بار : فروری ۱۹۶۹ء

تعداد : ۵۰۰

قیمت : ۲ روپے

مطبعہ : اعلیٰ پرنٹنگ پریس دہلی

پیش لفظ

از ـــــ حضرت الاستاذ العلامہ مولانا سید عبدالدائم صاحب الجلالی دام فیوضہم

کسی ادیب یا شاعر یا فنکار کو اگر ادبی امتیاز یا فنی برتری حاصل ہو جاتی ہے تو ادب و فن کے پرکھنے والے نقد و ادب کے ڈانڈے تاریخ ادیب سے جا ملاتے ہیں اسی پر بس نہیں کیا جاتا کہ ادیب کے واردات و ابرادات کی وزن کشی کی اثر آفرینی اور راتماندوزی کو ہی بیان کیا جائے اور سوسائٹی سے ادیب کی اثر پذیری یا معاشرہ پر اثر اندازی کی تفسیر کیجائے بلکہ کلام سے والہانہ شیفتگی لوگوں کو آمادہ کرتی ہے کہ صاحب فن کی شخصیت کو اجاگر کرنے کے لئے اسکے حسب نسب اور خانوادہ و قبیلہ کی تشریح کریں خلقی اور خُلقی حالات بیان کریں مذہبی افکار اور شخصی کردار سے بحث کریں شعراء کی استواری یا ناہمواری کو ظاہر کرنیکی حد پر رفتار قلم کو نہ روکیں بلکہ درخت کی جڑ اور اساسی ریشوں سے لیکر ٹہنیاں اور پتے اور پھول پھل گن ڈالیں۔

مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ پیغمبر نثر اور امام شعر تھے بیسویں صدی کے اہل ادب نے آپکے ہر ہر لفظ کو سینوں اور صحیفوں سے جمع کرنیکی کوشش کی پھر ہر ہر بول اور ہر جملہ کو خوب پرکھا۔ پھر آپکے کلام سے والہانہ پیار نے ادب کے نقادوں کو اہل تاریخ کی قطاریں لا کھڑا کیا اور غالبؔ کی زندگی کے ہر مٹے ہوئے نقش کو اجاگر کرنیکے لئے اوقات زندگی کے پراگندہ احوال کو یکجا سمیٹ کر پیوند کاری کے بعد روشناس کرایا۔ حد یہ کہ کوچہ رالی ماں سے نواب قاسم کی گلی تک ساری زمین کو گزوں، فٹوں اور انچوں سے ناپ ڈالا۔ جمال ظاہری کا تذکرہ کیا تو ریش سفید کے بالوں کی گنتی شروع کر دی۔ ماکولات مشروبات اور ملبوسات کا ایسی

پیش لفظ

از ـــــ حضرت الاستاذ العلامہ مولانا سید عبدالدائم صاحب الجلالی دام فیوضہم

کسی ادیب یا شاعر یا فنکار کو اگر ادبی امتیاز یا فنی برتری حاصل ہو جاتی ہے تو ادب و فن کے پرکھنے والے نقد ادب کے ڈانڈے تاریخ ادب سے جا ملاتے ہیں اسی پر بس نہیں کیا جاتا کہ ادیب کے واردات و ابرادات کی وزن کشی کی اثر آفرینی اور اثر اندوزی کو ہی بیان کیا جائے اور سوسائٹی سے ادیب کی اثر پذیری یا معاشرہ پر اثر اندازی کی تفسیر کیجائے بلکہ کلام سے والہانہ شیفتگی لوگوں کو آمادہ کرتی ہے کہ صاحب فن کی شخصیت کو اجاگر کرنیکے لئے اسکے حسب نسب اور خانوادہ و قبیلہ کی تشریح کریں خلقی اور خُلقی حالات بیان کریں مذہبی افکار اور شخصی کردار سے بحث کریں شعراء کی استواری یا ناہمواری کو ظاہر کریں یہی حد پر رفتار قلم کو نہ روکیں بلکہ درخت کی جڑ اور اساسی ریشوں سے لیکر ٹہنیاں اور پتے اور پھول پھل گن ڈالیں۔

مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ پیغمبر نثر اور امام شعر تھے۔ بیسویں صدی کے اہل ادب نے آپکے ہر ہر لفظ کو سینوں اور صحیفوں سے جمع کرنیکی کوشش کی پھر ہر ہر بول اور ہر جملہ کو خوب خوب پرکھا۔ پھر آپکے کلام سے والہانہ پیار نے ادب کے نقادوں کو اہل تاریخ کی قطار میں لا کھڑا کیا اور غالبؔ کی زندگی کے ہر مٹے ہوئے نقش کو اجاگر کرنیکے لئے اوقات زندگی کے پراگندہ احوال کو یکجا سمیٹ کر پیوند کاری کے بعد روشناس کرایا۔ حد یہ کہ کوچہ بلی ماران سے نواب قاسم کی گلی تک ساری زمین کو گزوں، فٹوں اور انچوں سے ناپ ڈالا۔ جمال ظاہری کا تذکرہ کیا نور ریش سفید کے بالوں کی گنتی شروع کردی۔ ما کولات، مشروبات اور ملبوسات کو ایسی

تفصیل کی کہ ٹوپی، عبا اور کباب و شراب کے تذکرے کے وقت اوقات بگاہی و مسائل کی بھی تعین کر دی لیکن کم ترک الاول للآخر (اگلوں نے پچھلوں کیلئے ابھی بہت کچھ چھوڑا ہے) تبصرہ ہو یا تذکرہ دونوں میں سے کوئی بھی کسی حد پر ختم نہیں ہو جاتا آدمی کا ہر لمحہ زندگی اپنے ساتھ کوئی علمی یا عملی واقعہ لاتا ہے اور لمحات زندگی ان گنت ہیں۔

میرے محترم دوست نواب ناصر الدین احمد خاں عرف نواب خسرو مرزا غالب سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ لوہارو کے نوابوں کے خاندان کی ایک نمایاں شخصیت ہیں آپکا مشغلۂ زندگی اللہ اللہ کرنا ہے نہ آپ مصنف ہیں نہ مؤلف نہ تبصرہ نگار نہ سوانح نگار ہاں اہل زبان ضرور ہیں جو بولتے ہیں وہی لکھتے اور لکھوا دیتے ہیں۔ اب آپکے سوا غالب سے نسبی تعلق رکھنے والا غالب کے بزرگوں سے سنکر جاننے والا اور کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عشق غالب کے اس دور میں آپ عاشقان غالب کیلئے مرجع و مآب بنے ہوئے ہیں کم نگاہی کیوجہ سے معذور ہیں لکھنا پڑھنا دشوار ہے سماعت سے بے بہرہ ہو نیکی سبب کم سنتے ہیں۔ آپنے عاشقان غالب کی تسکین شوق کیلئے یہ کتابچہ زبانی بول کر ایک نوخیز طالبعلم سے لکھوا دیا ہے۔ خاندان لوہارو کے شجرۂ نسب اور احوال ریاست کو اس مقالہ میں کچھ کچھ بیان کیا ہے اور خاندان سے غالب کے نسبی تعلق کو ظاہر کرکے احوال غالب پر بھی روشنی ڈالی ہے اب تک غالب کے جتنے سوانح زندگی لکھے گئے ہیں انکے ساتھ اگر اس مقالے کو جوڑ دیا جائے تو یقیناً واقعات نگاروں کی معلومات میں اضافہ ہوگا انکی کوشش پرستاران غالب کیلئے مشکور ہو۔ ترتیب مؤلف کا کام ہے اور آپ مؤلف نہیں بول کر لکھوانے والے ہیں اور صرف یاد کے اعتماد پر بولکر لکھوانے والا ذہن ترتیب سے خالی ہوتا ہے۔ نواب صاحب نے بھی احوال غالب جمع کر دیئے ہیں ترتیب دے کر جوڑنا اہل فن کا کام ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپکی یہ تحریر غالبیات کے سلسلے میں ایک [illegible] اور مفید کڑی ثابت ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

ترجمہ: ۔ تیری شان پاک ہے (اے اللہ عزّ وجلّ) ہمارے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھا دیا ہے۔ بے شک تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا۔

(اور وہی ہے جس نے بنایا پانی سے آدمی پھر ٹھہرایا اس کے لئے نسب اور سسرال)

تمہید

مناسبت آیات بالا با کتاب ہذا

سب سے پہلے میں دو آیات کے نفسِ مضمون سے جو وابستگی ہوتی ہے اس کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں ـــــ اوّل الذکر آیت سے یہ عیاں ہے کہ ایک نوری مخلوق یعنی فرشتے بھی اس قدر علم رکھتے ہیں جو اللہ تبارک و تعالےٰ کا عطا کردہ ہے لیکن برتری علم کے اعتبار سے اللہ نے آدمؑ کو ملائکہ پر برتری فرمائی۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ایک جزوی علم مرزا اسد اللہ خاں

غالب کو بھی عطا فرمایا اور ایسا ذہن رسا دیا کہ انہیں فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں یارہ طولیٰ حاصل ہوا۔ اور ان کی حیات میں ادبی زندگی کا ایسا بحر بے پایاں نمایاں ہوا کہ جب تک اردو فارسی کے قدرداں اس دنیا میں رہیں گے ان کی فراست کا تذکرہ بھی موجزن رہے گا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم ہے

دوسری آیت کلام اللہ میں نسب و صہری رشتہ کی تخلیق کا ذکر ہے نسب کا شمار باپ دادا سے تعلق رکھتا ہے۔ اور صہری یعنی سسرالی رشتہ کا تعلق رفیقۂ حیات یعنی زوجہ سے وابستہ ہوتا ہے۔ میں صرف اس کتاب کو صہری رشتہ تک ہی محدود رکھنا چاہتا ہوں اگرچہ ضمناً اسلاف کا ذکر بھی کرنا ہوگا۔

وجہ تالیف

۱۸۹۵ء میں جب کہ میں مع اپنے برادرِ کلاں معزالدین احمد خاں المعروف
سام مرزا۔ علی گڑھ کالج کے بورڈنگ ہاؤس (جو ظہور دارڈیا ببیت الاطفالِ اِتصغار
کے نام کے ساتھ موسوم تھا) میں اپنے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔کہ میں نے دیکھا کہ خواجہ
الطاف حسین صاحب حالی مرحوم مع مولانا شبلی نعمانی کے آرہے ہیں۔ وہ مجھ کو دیکھ کر
ٹھہر گئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ غالب تمہارے کون تھے۔ میں نے کہا
"دادا" اس پر وہ مسکرائے اور یہ کہہ کر کہ "ان کے بھی اتنے ہی بڑے کان تھے جیسے
تمہارے ہیں" چلے گئے۔ اس کے بعد میں اپنے علی گڑھ کے دواستادوں کو انکی خواہش
کے مطابق دہلی لایا۔ اور دادا غالب مرحوم کے ملازم داروغہ کلو سے جو ہماری محل
سرا کے ڈیوڑھی بانوں میں شمار رہتے تھے ملاقات کرادی۔ اور داروغہ کلو سے
ان کی گفتگو ہوئی۔ گفتگو کے دوران داروغہ کلو نے یہ بھی بتایا کہ مرزا غالب دربارِ قیصری کے رکن
بن گئے تھے اور انکو ہفت پارچات کا خلعت مع مالائے مروارید، در عبعبہ مرصع عطا ہوا
تھا۔ یہ گفتگو سن کر وہ ان کی ناخواندگی کی وجہ سے متحیر ہو کر عش عش کرنے لگے
یہ داروغہ وہ تھے جن کو بعد وفات دادا غالب ہماری محل سرا کی ڈیوڑھی پر ملازم
رکھ لیا گیا تھا .... اور یہ ہمارے تمام ملازمین میں اس زمانہ کی

تہذیب کے مطابق دادا کاؤ کے نام سے خطاب کئے جاتے تھے۔

جب دونوں میرے استاد ان کے پاس سے روانہ ہو کر واپس جا رہے تھے تو انھوں نے محل سرا میں شور و غل کی آواز سنی جو ماماؤں کی تکرار کی تھی۔ اور پھر اس کو فرو کرنے کے لئے بلند آواز سے انھوں نے کہا کہ یہ کیا بے صور کی قیامت ہے؟

یہ سن کر متحیرانہ طور پر مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ یعنی یہ بات کس نے کہی؟ میں نے جواب میں کہا :"میری بڑی خالہ اماں صاحبہ ہیں۔ جن کو فرطِ محبت سے دادا غالبؔ مرحوم جیون بیگ کہتے تھے اور ان کی پیدائش پر یہ مادہ تاریخ ولادت بصورت قطعہ کہا تھا۔ ان کا نام محمد سلطان بیگم عرف جندو بیگم بتلایا (جو ذکر "غالبؔ" میں صفحہ ۱۳۹ میں بھی مذکور ہے)

قطعہ:-

بہ من ز مقدمِ فرزندِ میرزا باقر
سروشِ تہنیت زبدۂ مطالب گفت

چو "قصید" شد متعلق بہ گفتنِ تاریخ
۱۹۴
طریقِ تعمیہ ور زیدۂ "جانِ غالبؔ" گفت
۱۰۸۷ + ۱۲۸۱ھ

اس کے بعد جب میرے استاد صاحبان واپس تشریف لے گئے۔ تو پھر میں نے مکمل جستجو کی کہ دادا غالبؔ مرحوم سے کیوں کر ہمارا رشتہ ہوتا تھا۔ کافی معلومات حاصل کر لینے کے بعد: کبھی یہ خیال نہ آیا کہ اس رشتہ کی وضاحت و شاعت کراؤں

کیونکہ نہ اس کی اہمیت منصور کی اور نہ فرصت ملی ۔ مگر ان کے مدّاح اور قدر
دانوں نے جہاں تک ہوسکا ان کی اپنی گھریلو زندگی کی معلومات میں اپنی طرف
سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ یہاں تک کہ مجھ سے بھی بعض اصحاب بسا اوقات
ان کے متعلق حالات دریافت کرتے رہے بلکہ ناواقف اقربا بھی ۔ اس لئے
مجبوراً ان تقاضوں کا ردعمل یہی سمجھ میں آیا کہ ایک مختصر کتاب شائع کرا دوں ۔
تاکہ پھر یہ سلسلہ دریافت کا مسدود ہو جائے اور میں اس بار سے سبکدوش ہو جاؤں
لیکن یہ مرحلہ میرے لئے ایک مہم اس لئے ہو گیا کہ بصارت میں ضعف آگیا اور
عمل جراحت کے لئے ابھی وقت بہت دور ہے ۔ ضعف جسمانی جدا ۔ اب میرے
استاد قاری محمد سلیمان خاں صاحب کے فرزند نے (جن کا نام محمد نعمان خاں
ہے) اس کی کتابت میں میری امداد کی ۔ اور انہی سے میں یہ کتاب حتی الوسع
تحریر کرا رہا ہوں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بحرمت رسول اکرمؐ اس کو مکمل کرا دے
میں نے یہ بھی مناسب تصور کیا کہ میں خاندان لوہارو کی تاریخ مندرجہ گزٹ
اور دیگر گورنمنٹ برطانیہ کے عہد حکومت کے اسناد سے مرزا اسد اللہ خاں
غالب کی مناسبت رشتہ کو واضح کر دوں تاکہ شائقین جو ان معلومات کے
متمنی ہیں مطمئن ہو جائیں حقیقتاً خاندان لوہارو صحیح معنوں میں وہ متصور ہو سکتا ہے
جس کی ابتدا فرمانروائی سے وابستہ ہے ۔ جس کا سلسلہ ۱۸۰۱ء سے شروع
ہو کر ۱۹۴۷ء تک رہا ۔ جب کہ .... ہنر ہائینس

نواب امین الدین احمد خاں دوئم عرف نواب شہریار مرزا سلمہٗ اکے فرمانروا تھے اور اب بھی نواب صاحب مذکور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے باوقار زندگی کے ساتھ موجودہ حکومت ہند جمہوری سے وابستہ ہو کر خدمت خلق اللہ میں مصروف ہیں اور اب وزیر راجستھان ہیں اور جے پور راجستھان میں اقامت گزیں ہیں۔ آئندہ اس کی مزید وضاحت ہوگی — آثم — ناصر الدین احمد خاں المعروف خسرو مرزا۔

جنوری ۶۹ء

ترجمہ از پنجاب اسٹیٹ گزیٹیر۔ جلد نمبر ۲ (الف)

ریاست لوہارو۔ حصہ (الف)

سنہ ۱۹۰۴ء

گزٹ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۷ء

ریاست لوہارو کی قدیم تاریخ کے بارہ میں کتابی ذخیرہ کمیاب ہے لوہارو زمانہ قدیم میں ریاست جے پور میں شامل تھا، لیکن اٹھارہویں صدی کے وسط میں بعض جانباز ٹھاکروں نے اس وقت کے رواج کے مطابق جے پور کے تسلط کو تسلیم نہیں کیا اور اپنی آزاد ریاست قائم کی۔ جے پور راج کے ماتحت ٹھکانہ کھیتری کے راجہ صاحب نے ان ٹھاکروں کو مغلوب کرنے کی کوشش کی۔ اور جنگ لوہارو میں قتل ہوئے۔ بہرحال لوہارو دوبارہ جے پور سے کچھ عرصے کے لئے ملحق ہو گیا لیکن جلد ہی دوبارہ آزادی حاصل کی۔

مہاراجہ الور نے مرہٹوں کے خلاف برطانوی حکومت کی وفادارانہ

امداد کی اور اس صلہ میں انگریزی حکومت نے علاقہ لوہارو مہاراجہ الور کے سپرد کیا۔

برطانوی حکومت کی اجازت سے مہاراجہ صاحب الور نے ریاست لوہارو نواب احمد بخش خاں کے سپرد کر دی۔ اور یہ انعام نواب صاحب کو اسلئے عطا ہوا کہ موصوف نے برطانوی فوج کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اور چند ہزار ہی میں دشمن کو محصور کیا۔ لوہارو نے برطانوی تسلط کو منظور کیا اور نواب احمد بخش خاں موجودہ خاندان لوہارو کے فی الواقع بانی ہوئے۔

نواب احمد بخش خاں مرزا عارف جان بیگ کے خلاف تھے۔ مرزا عارف جان بیگ نسل کے مغل تھے اور اٹھارہویں صدی کے وسط میں بخارا سے ہندوستان آئے اور شہنشاہ احمد شاہ کے دربار میں ملازمت حاصل کی۔ اٹک کے صوبہ دار مرزا محمد بیگ کی دختر سے مرزا عارف جان بیگ نے نکاح کیا اور اٹک کی صوبہ داری بوجہ مناکحت دختر محمد بیگ انکو مل گئی۔

چند سال مرہٹوں کی ملازمت کرنے کے بعد نواب احمد بخش خاں نے اپنی جاں نثاری مہاراجہ الور صاحب کی طرف منتقل کر دی۔ اور مہاراجہ الور صاحب نے ان کو لارڈ لیک کے دربار میں اپنا نمائندہ نامزد کیا۔ نواب صاحب ہر کاب سپہ سالار جنگی مہموں میں شریک رہے اور اپنی شجاعت اور اعلیٰ خدمات کے عوض خصوصاً مہاراجہ الور صاحب کے ساتھ معاہدہ ثبت کرنے میں لارڈ لیک

نے ۱۸۰۶ء میں نواب صاحب کو سند عطا کی جس کی رو سے مہاراجہ الور نے جو علاقہ نواب صاحب کے سپرد کیا تھا۔ اس کی باقاعدہ برقراری اور توثیق ہوگئی۔ علاوہ ازیں نواب احمد بخش خاں کو فخر الدولہ، دلاور الملک، رستم جنگ کے خطابات عطا ہوئے۔ نواب احمد بخش خاں کا ۱۸۲۷ء میں انتقال ہوا اور قطب کے نزدیک دہلی میں دفن ہوئے۔

الور دربار کی ملازمت کے علاوہ نواب احمد بخش خاں نے تقریباً تیس سال تک لارڈ لیک کے ماتحت فوجی خدمات انجام دیں اور اس جاں نثاری کے صلہ میں ضلع گڑگاؤں کے پانچ پرگنے یعنی فیروز پور جھرکہ، پونا ہان، سانوکراس، بچھور، اور نگینہ نواب صاحب کو جاگیر میں عطا ہوئے اور ان پانچ پرگنوں کی سالانہ آمدنی تین لاکھ روپے تھی۔ چھٹا پرگنہ لوہارو جے پور اور حصار کی سرحد کے درمیان واقع ہے، موجودہ مالگذاری کی شرح کے حساب سے اس پورے علاقہ کی آمدنی پانچ یا چھ لاکھ روپیہ سالانہ ہوگی۔ نواب احمد بخش خاں نے دو عقد نکاح کئے، ایک زوجہ ہندوستانی النسل، اور دوسری بیوی مغل، جن کے والد بخارا کے تھے اور والدہ بدخشاں کی رہنے والی تھیں۔ بخارا کے ایک محلہ موسومہ "پستہ شکن" میں نواب احمد بخش خاں اور ان کی مغل بیوی کے رشتہ دار ساکن تھے جنہوں نے نواب امین احمد خاں کے دور حکومت میں بخارا اور ہندوستان کی آمدورفت بند کی نیز ۱۸۵۵ء کے بعد ان کا کوئی رشتہ دار نہ لوہارو آیا نہ

کوئی مراسلت کی۔ نواب احمد بخش خاں کے دو فرزند تھے، ہندوستانی بیوی کے بطن سے شمس الدین احمد خاں پیدا ہوئے ۱۸۲۷ء میں نواب احمد بخش خاں کی وفات پر ان کے بڑے صاحبزادہ شمس الدین احمد خاں کی مسند نشینی ہوئی۔

لیکن امین الدین احمد خاں نے اپنے بڑے بھائی کی اطاعت قبول نہیں کی۔ اور دونوں بھائیوں میں کشیدگی اور ناانصافی رہی۔

برطانوی نمائندہ ساکن دہلی مسٹر ولیم فریزر (ایزیڈنٹ) کے قتل کے سلسلہ میں نواب شمس الدین احمد خاں کی بدنامی ہوئی اور اس سازش کی بنا پر ۱۸۳۵ء میں ان کو پھانسی کی سزا ملی، نیز پرگنہ فیروز پور ضبط کیا گیا، مگر لوہارو خاص (جو مہاراجہ الور صاحب نے نواب احمد بخش خاں کو عطا کیا تھا) اسی خاندان کے قبضہ میں رہا۔ نواب شمس الدین احمد خاں کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اور جب وہ مجرم قرار دیئے گئے ان کے بھائی امین الدین خاں کلکتہ میں مقیم تھے۔ پرگنہ لوہارو بربنائے تعلقات ریاست الور نواب شمس الدین احمد خاں کے ماتحت تھا اور ۱۸۳۵ء میں ان کی سزائے پھانسی کے بعد ریاست لوہارو نواب امین الدین احمد خاں کو عطا ہوئی اور موصوف نے پرگنہ فیروز پور کا بھی مطالبہ کیا۔

مرزا ولی محمد بیگ دہلی کے معزز مغل خاندان سے تھے۔ نیز اودھ کے شاہ ناصر الدین کے سرداروں میں شمار کئے جاتے تھے اور دربار اودھ سے

ان کو خطاب غضنفر الدولہ بھی عطا ہوا۔ نواب امین الدین احمد خاں نے مرزا ولی محمد بیگ کی دختر سے نکاح کیا۔ اور ۱۸۳۵ء سے ۱۸۶۹ء تک ریاست پر رونق افروز رہے نواب امین الدین احمد خاں کی مستقل سکونت دہلی ہی تھی، ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد نواب موصوف گرمیاں دہلی میں گذارتے تھے اور سردیاں لوہارو میں نواب امین الدین احمد خاں خوش وضع وجیہہ تھے، شجاعت میں مشہور اور ارادوں میں مصمم، ان کی بے لوچ اجتماعی تنظیم قابل ذکر ہے۔ نواب امین الدین احمد خاں کے خلاف ان کی رعایا نے تین مرتبہ بغاوت کی۔ ہر فریق کے تقریباً دس مرد ہلاک ہوئے بالآخر نواب صاحب سرکشی پر غالب ہوئے اور امن بحال کرنے میں ان کو کامیابی ہوئی۔

سکھوں کے خلاف جنگ میں نواب صاحب نے برطانوی حکومت کو ستّر سواروں کا رسالہ پیش کیا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں نواب صاحب دہلی میں ساکن تھے اور انھوں نے کافی نقصانات برداشت کئے۔ ان کا مال و دولت اور جائداد منقولہ غارت گری میں برباد ہوئی علاوہ ازیں لوہارو میں سرکشی اتنی سنگین تھی کہ برطانوی فوجی رسالہ کی مدد سے نواب صاحب اپنی حکومت برقرار رکھ سکے۔

نواب امین الدین احمد خاں نے وصولیابی مال گذاری کا طریقہ ترمیم کیا۔ بٹائی کا پرانا بندوبست منسوخ کیا اور نقد تشخیص کا نظام نافذ کیا جس سے رعایا

کو فائدہ پہنچا۔ لوہارو میں برطانوی ڈاک خانہ ان کے عہد میں قائم ہوا۔ ایک وسیع اور عمدہ بازار بھی تعمیر کیا گیا جہاں سے پوری اور منصوری سکہ جات مضروب ہوتے تھے، اور یہ کام عوام کی خوش حالی کے باعث ہوئے ریاست میں کوئی باضابطہ عدالت نہ تھی اور مقدمہ جات کے فیصلے ناظم صاحب کے زبانی احکام سے ہوتے تھے ریاست میں انتظام حکومت قدیمی طرز کا تھا۔

پچیس ۲۵ سواروں کا دستہ نواب امین الدین احمد خاں کا نجی یا ذاتی محافظ تھا۔ ایک سو دس ۱۱۰ سپاہیوں کی مختصر فوج تھی جس کی تربیت کے لئے نواب صاحب نے خاص توجہ مبذول کی۔

غدر کے بعد وائسرائے ہند نے نواب صاحب کو دربار میرٹھ، دربار انبالہ اور دربار لاہور میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ وائسرائے کے دربار اوّل میں نواب امین الدین احمد خاں کا استقبال بحیثیتِ خودمختار رئیس کے کیا گیا ہمیشہ سرکاری مراسلات میں یہ امر ملحوظ رکھا گیا کہ نواب صاحب اپنی ریاست میں فرماں روائی اختیارات استعمال کرنے کے مستحق ہیں ۱۸۶۲ء میں لارڈ کیننگ نے نواب صاحب کو سند تہنیت مرحمت کی جس میں اس امر کی توثیق کی گئی کہ رئیس لوہارو انکے خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ حکومت کریں گے۔ اس سند کی شرائط ان اسناد کے مماثل ہیں جو دیگر ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کو عطا کی گئیں ہیں۔ نواب امین الدین احمد خاں کی عمر ۵۰ سال تھی کہ الم ریہ کے مرض میں مبتلا ہوئے

اور ۲۷ دسمبر ۱۸۶۹ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ اپنے والد مرحوم کی قبر واقع قطب کے نزدیک نواب صاحب بھی دہلی میں مدفون ہوئے۔

نواب امین الدین احمد خاں کے چھوٹے بھائی نواب ضیاء الدین احمد خاں مشرقی تاریخ کے عالم تھے، عربی اور فارسی علوم پر عبور تھا مسلمان عمائدین دہلی میں سرفراز حیثیت تھی۔ اور ان کے بڑے صاحبزادہ مرزا شہاب الدین احمد خاں (وفات ۱۸۶۹ء) شہر کے حاکم فوجداری تھے۔

نواب امین الدین احمد خاں کے ولی عہد نواب علاء الدین احمد خاں ۱۸۶۹ء میں رئیس ہوئے۔ اس وقت لوہارو کی ریاست ضلع حصار کے کمشنر صاحب کے زیر نگرانی تھی جنوری ۱۸۷۰ء میں مسٹر جیمس اسمتھ کمشنر حصار نے نواب صاحب کو جملہ آداب رسوم کے ساتھ مسند نشین کیا۔ اور اس تقریب سعید میں انگریزی اور ہندوستانی عمائدین واحباب شرکاء کی تعداد بکثرت تھی۔

نواب علاء الدین احمد خاں کے عہد میں ریاست لوہارو کی انتظامی ترقی کا نیا دور شروع ہوا۔ ۱۸۷۷ء کے قحط کی وجہ سے جو مختصراً ہنگامہ ہوا اس کے علاوہ رعایا کو نواب صاحب سے کوئی شکایت نہ تھی۔ اور اس سورش پر بغیر کسی خونریزی کے قابو پالیا گیا۔ نواب صاحب نے عدالت ہائے دیوانی و فوجداری قائم کیں۔ دار الضرب جے پور قائم کی گئی اور انگریزی سکہ جات و نوٹوں کے باٹ رائج کئے گئے۔ تحویل مجرمین کی بابت ریاست ہائے جے پور، پٹیالہ، جند و بیکانیر سے

ساتھ معاہدہ کئے گئے پٹیالہ   سے گذرتی ہوئی سڑک نیز بھوانی اور شیخ وائی کا درمیانی انگریزی علاقہ رہزنوں کی ڈکیتیوں سے محفوظ کیا گیا۔

مرتبہ خطبہ فخرالدولہ جو نواب صاحب کے بزرگوں کو ملا تھا۔ نواب علاء الدین احمد خاں کی اعلیٰ خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۸۶۶ء میں بحال کیا گیا۔ ۱۸۷۷ء کی شاہی مجلس واقع دہلی میں نواب صاحب کا تعارف کرایا گیا۔ اور اس تقریب میں نواب صاحب اور ان کے فرزند موجودہ نواب صاحب کو خلعت، تحائف اور انعامات پیش کئے گئے۔

۱۸۷۸ء میں انگریزی حکومت نے نواب صاحب کو دو ضرب نو پونڈز عطا کیں ۱۸۸۰ء کے مقامی قحط کی وجہ سے ریاست لوہارو کی مالی حالت پر برا اثر ا۔

نواب علاء الدین احمد خاں نے اپنی عمر کے آخری سال دہلی میں گذارے اور ریاست کا نظم ونسق اپنے ولیعہد موجودہ نواب صاحب کے سپرد کیا۔ موصوف عالم وفاضل تھے اور شعر وشاعری سے دلچسپی رکھتے تھے۔ نواب علاء الدین احمد خاں دہلی میں بیمار ہوئے۔ تین ماہ کی علالت کے بعد ۳۱ر اکتوبر ۱۸۸۴ء کو اس دار فانی سے رحلت کر گئے اور اپنے بزرگوں کے قبرستان واقع قطب دہلی میں دفن ہوئے۔

نواب علاء الدین احمد خاں کے ولیعہد نواب امیر الدین احمد خاں کی

ولادت ۱۸۶۰ء میں لوہارو میں ہوئی اور ۱۸۸۴ء میں مسند نشین ہوئے نواب امیرالدین احمد خاں نے عربی اور فارسی کی مکمل تعلیم حاصل کی، اپنے والد کی زندگی میں انگریزی دو سال تک پڑھی اور تیس سال کی عمر میں انگریزی تعلیم میں فاضل ہوئے۔ نواب صاحب انگریزی خوب بولتے اور لکھتے تھے ۱۸۷۴ء میں انکی عمر صرف چودہ سال کی تھی جب نواب صاحب نے ریاست کے نظم و نسق میں دلچسپی لینی شروع کی۔ اور ۱۸۷۸ء میں اس کمیٹی مالیات کے رکن مقرر ہوئے جس کو حکومت نے مرحوم نواب صاحب کی مدد کے لیے مقرر کیا تھا۔ ۱۸۸۰ء میں لارڈ رپن نے لاہور میں دربار منعقد کیا اور اس دربار میں نواب صاحب نے اپنے والد کی نمائندگی کی ۱۸۸۲ء میں نواب صاحب ریاست کے ناظم مقرر ہوئے اور اسی سال مرزا شہاب الدین احمد خاں کی دختر سے ان کا عقد نکاح ہوا۔ نواب صاحب کے اسلحہ خانہ میں پرانی قسم کی ایک سو پچاس بندوقیں تھیں۔ حکومت انگریزی نے ۱۸۸۲ء میں پرانے اسلحہ کے عوض ایک سو جدید قسم کی قرابیں ریاستی پولیس کے استعمال کے لئے دیں۔

دہلی کے کمشنر مسٹر جیمس میکناب کی زیر سرپرستی نواب صاحب کی باضابطہ مسند نشینی لوہارو میں ہوئی اور اس جشن کے موقعہ پر پنجاب اور دیگر صوبہ جات کے رؤسا شریک ہوئے نیز نواب صاحب کے ایک جدی رشتہ دار جو جے پور اور دیگر راجپوتانہ کی ریاستوں میں جاگیردار تھے شریک جشن ہوئے۔ ۱۸۸۴ء میں نواب صاحب

نے تبس (اس شتر سوار ورل) کا رسالہ انگریزی حکومت کو پیش کیا لیکن ریاست کی مالی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت نے اس پیش کش کو منظور نہیں کیا۔

۱۸۹۳ء میں نواب امیر الدین احمد خاں کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب انگریزی حکومت نے مرحمت کیا۔ اور اسی سال نواب صاحب ریاست مالیر کوٹلہ کے ناظم مقرر ہوئے۔

۱۸۹۵ء میں نواب صاحب شاہی قانون ساز مجلس کے رکن مقرر ہوئے اور ۱۸۹۹ء میں پنجاب کونسل کے رکن منتخب ہوئے، نیز مالیر کوٹلہ اور لوہارو کے ریاستی انتظامات کی مصروفیات کے باوجود کونسل کے دونوں اجلاس منعقدہ کلکتہ میں شریک ہوئے۔ ۱۸۹۷ء میں نواب صاحب کو کے۔ سی۔ آئی۔ اے (K.C.I.A) کا اعلیٰ خطاب ملا۔ اور لارڈ الگن نے اس کتاب کے ساتھ اپنی قلمی تحریر ارسال کی۔

۱۸۹۵ء میں نواب امیر الدین خاں کی بڑی صاحب زادی کا عقد کاٹھیاوار کے نواب صاحب مانگرول کے ساتھ ہوا۔ چھ ہزار مہمان تشریف لائے مہاراجہ بوناودی، ولیعہد بہادر مالیر کوٹلہ، نواب صاحب پٹودی، نواب صاحب دوجانہ، راجہ صاحب کھیتری کنور صاحب ہرباجی، برادران مہاراجہ صاحب موروی، ٹھاکر صاحب سورج گرڈھہ، دیگر ریاستوں کے نمائندگان، نواب صاحب کے پھاجدی جاگیر داران، اور دیگر عمائدین اس تقریب میں شریک

ہوئے، یہ جشن ایک ہفتہ تک لوہارو میں منایا گیا۔

۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۱ء کی قحط سالی نے ریاست لوہارو کی مالیات کو متاثر کیا۔ ۱۹۰۰ء میں نواب صاحب کے ولیعہد معز الدین احمد خاں کا انتقال ہوا اور انکے دوسرے صاحبزادے اعز الدین احمد خاں ولیعہد ہوئے۔ ۱۹۰۳ء کے دہلی دربار کی خوشی میں انگریزی حکومت نے نواب صاحب ....

......کی خوشی آمدید سلامی نو (۹) ضرب توپ مقرر کی۔ نواب صاحب کے دونوں بڑے نوابزادگان نے ایچی سن کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی اور ولیعہد بہادر نے دسویں جماعت کا امتحان پندرہ سال کی عمر میں پاس کیا۔ نواب ولیعہد بہادر اب لوہارو دربار کے معتمد (سکریٹری) کے عہدہ پر فائز ہیں۔ نواب صاحب علی گڈھ مسلم کالج کے متولی ہیں۔ اور ادبی تصانیف اور تالیف کا ذوق وشوق رکھتے ہیں۔

مجموعہ مصالحت نامہ کارنامہ اور اسناد

بابت ہندوستان اور ممالک ملحقہ

مرتبہ منجانب سی۔ یو۔ ایچی سن بی۔ سی۔ ایس۔ انڈر سیکریٹری۔ یا

نائب معتمد گورنمنٹ آف انڈیا در محکمہ خارجہ

جلد ۸/۱۹۰۹ صفحہ ۱۲۷ سند تہنیت بحق نواب لوہارو

... ہز مجسٹی کی خواہش ہے کہ ہندوستان میں جو متعدد نوابوں اور سرداروں کی ریاستیں اپنے اپنے علاقوں میں قائم ہیں وہ بدستور برقرار رہیں اس مقصد کے پیش نظر یہ سند دی جاتی ہے اور یقین دلایا جاتا ہے کہ بحق جائز وارث نہ ہونیکی صورت میں حکومت برطانیہ ریاست کیلئے ایسا جانشین منتخب کریگی جو قانون اسلام کیمطابق صحیح ہوگا۔ بھی یقین دلایا جاتا ہے کہ اس انتظام میں اس وقت تک کوئی تبدیلی نہ ہوگی جبتک آپکا خاندان تاج برطانیہ کا وفادار ہے اور شرائط معاہدات کا وفادارانہ عطیات ..... اور صلحنامہ جات اور معاہدات جو ضبط تحریر ہوچکے ہیں حکومت برطانیہ ان کی پابند ہے

مورخہ ۵ مارچ ۱۸۶۲ء

ترجمہ مسودہ پروانہ بحق نواب احمد بخش خاں

مورخہ ۴ر مئی ۱۸۰۶ء مطابق ۱۴ر صفر ۱۲۲۱ھ

آپ کی خدمات اور تعلق کے صلہ میں جو آپ نے تاج برطانیہ کے مفاد میں انجام دی ہیں۔ جناب ر..... رائٹ آنریبل لارڈ لیک کمانڈر انچیف ایک استمراری (دائمی) عطیہ میں فیروز پور جھرکہ سانکرس، پونا ہانہ، بچھور، نگینہ کے محلات بشمول باغات و آبیانہ جاگیریں معہ ان کی مالگذاری کے مرحمت فرماتے ہیں۔ البتہ جو باغات اور آبیانہ جاگیریں تاریخی تھیں اور دوسرے معافی اور مستثنیٰ لگان آراضیات جو عرصہ ہوا فروخت ہو چکی ہیں اور مقررہ منظور شدہ روزانہ وظیفہ وغیرہ اس میں شامل نہیں ہے اس شرط پر کہ آپ حکومت برطانیہ سے کوئی امداد نہ چاہیں گے اور اپنے محلات کے معاملات کو اپنی فوج سے طے کریں گے اور یہ آپ کے ذمہ ہے کہ خواجہ حاجی اور مرزا نصیر اللہ کے ورثار کے لئے انکی معاش مقرر کرنا آپ پر عائد کیا جاتا ہے اور آپ حکومت برطانیہ کی ضرورت کے وقت پچاس جوانوں کے دستے سے مدد کریں گے اور آپ ہمیشہ حکومت برطانیہ کی وفاداری پر مستعد رہیں گے۔

حکومت برطانیہ کمانڈر انچیف کی سفارشات کے ذریعہ آپ سے کے

کردار، اقرار، خدمات اور حکومت برطانیہ کے ساتھ وفادارانہ تعلق سے واقف ہوگئی ہے ۔ اور بوضہ ان خدمات کے انعام میں آپ کو اور آپ کے ورثا، کونسلاً بعد نسلٍ مندرجہ بالا محلات معہ اس کے مالگزاری اور سائر مطالبات کے فصل ربیع ۱۲۱۳ھ فصلی مطابق ستمبر ۱۸۰۵ء کی ابتداء میں عطا کرنے میں مسرت محسوس کرتی ہے اس وقت سے حکومت برطانیہ کو ان محلات سے کوئی تعلق نہ رہے گا ہمیشہ آپ کے اور آپ کے جانشینوں کے قبضہ میں رہیں گے جن کو قابلیت اور مضبوطی کیساتھ معاملات طے کرنا ہونگے اور باشندگان کی جانب سے ہمارے پاس کوئی شکایت نہیں آنے گی ۔

اس خصوصی مہربانی کے شکریہ میں آپ کو واجباً سزاوار ہوگا کہ آپ برطانیہ سے وفاداری کا دستور بنائے رکھیں گے ۔ اور تمام قوتیں حکومت کی ترقی اور پورے خلوص و احسان مندی کے ساتھ اپنے افعال و کنایات کے ذریعہ اس وابستگی کی وضاحت کرتے رہیں گے جو حکومت برطانیہ کے ساتھ آپکو ہے کہ اسی میں آپ کی فلاح و بہبودی مضمر ہے ۔

انفرادی مناسبت خاندان لوہارو

با

مرزا اسداللہ خاں غالب

نواب احمد بخش خاں، نواب الٰہی بخش خاں معروف نبی بخش خاں اور محمد علی خاں اور ایک ان کی ہمشیرہ یہ سب عارف جان بیگ کی اولاد میں تھے گزٹ میں عارف جان بیگ کا حال تحریر ہے کہ وہ صوبہ دار اٹک کے تھے۔ ان کی اولاد متذکرہ بالا میں سب سے زیادہ قابل ذکر ہستی نواب احمد بخش خاں کی تھی۔ ان کا ذکر جو گزٹ مندرجہ کے علاوہ ہے اس کا ذکر کرتا ہوں۔

نواب احمد بخش خاں ۱۷۶۵ء میں پیدا ہوئے تھے ان کا مقام پیدائش اغلباً اٹک تھا۔ پھر یہ اپنے تلاش معاش کے سلسلہ میں دہلی آئے اور مختلف مقامات میں بسلسلۂ معاش پھرے۔ وہ زمانہ انتہائی بدامنی کا تھا اور اس طوائف الملوکی سے انگریزوں نے فائدہ اٹھانے کے لئے اس وقت جو شخص کارآمد نظر آیا اس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ نواب احمد بخش خاں صاحب تقریباً

تیس برس لارڈ لیک کے ساتھ رہے اور اسی زمانہ میں بہر نوع ۱۸۰۶ء میں
مرزا نصر اللہ بیگ عم غالب سے ملاقات ہوگئی اور انہی کے ذریعہ لارڈ لیک کی رفاقت مستحکم
ہوگئی مرزا نصر اللہ بیگ کا ایک رسالہ تھا جو بوقت ضرورت لارڈ لیک کے ساتھ رہ کر لڑائی
میں حصہ لیا کرتا تھا نواب احمد بخش خاں صاحب کے تعلقات کے باعث ان کی اپنی
ہمشیرہ کا نکاح مرزا نصر اللہ بیگ سے ہوگیا۔ ان کے بطن سے فتح اللہ بیگ عرف
رجب بیگ پیدا ہوئے تھے اور پروانہ متذکرہ سے جس کا ترجمہ کیا گیا ہے ظاہر
ہے کہ ۱۸۰۶ء سے پہلے نصر اللہ بیگ کا انتقال ہوگیا کیوں کہ حکومت برطانیہ
نے نواب احمد بخش خاں کو مرزا نصر اللہ بیگ کے ورثاء اور خواجہ حاجی کی معاش
کا ذمہ دار قرار دیا۔ گورنمنٹ ریکارڈ میں کہیں تعین رقم کا تذکرہ نہیں دیکھا
لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب احمد بخش اس کے پابند رہے یعنی ان کے
معاش کے۔ اور یہ بات تو غلط ہے کہ پچیس ہزار روپے سالانہ گورنمنٹ کو دیتے
تھے۔ وہ نصر اللہ اور خواجہ حاجی کی پنشن یا وظیفہ کی وجہ سے معاف ہوئے
کیوں کہ وہ خود مختار حکمراں با اختیاراتِ کلی فرمانروا تھے۔ یہ بات گزٹ میں
نہیں ہے کہ ایک ان کی منکوحہ دختر نواب قاسم خاں تھیں جو ترک نژاد
تھیں ان کی وفات مدی بیگم کے نکاح کے بعد ہوئی۔ یہ بات غلط ہے کہ مدی
بیگم حرم تھیں۔ علاوہ اس بات کے کہ گزٹ میں ہندوستانی بیوی کے حوالہ
سے ان کو زوجہ تحریر کیا ہے اور ان کے بطن سے نواب شمس الدین احمد خاں

پیدا ہوئے تھے بصورت پیدائش حرم وہ والد الحرام ہوتے اور اس صورت میں وہ نواب احمد بخش خاں (اپنے باپ) کے جانشیں نہ ہوتے بلکہ نواب امین الدین احمد خاں جوان کے برادر علاتی (جس کا باپ ایک اور ماں مختلف ہوں) تھے۔ وہ جانشین ہوتے جو صحیح النسب بھی تھے۔ اس گوشے میں نواب شمس الدین احمد خاں کا ذکر آیا ہے کہ ان کی دو بیٹیاں تھیں یعنی ان کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی اس لئے نواب مرزا داغ کو ان کا بیٹا بتلانا غلط ہے کہ یہ ان کے بیٹے تھے۔

نواب احمد بخش خاں مولانا فخر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے اور جب عروج نوابی سے پہلے حاضر ہوتے تھے تو ایک مرتبہ وضو کرانے لگے تو انھوں نے فرمایا کہ آؤ والیٔ میوات اور اسی وجہ سے انھوں نے اپنا خطاب فخر الدولہ منتخب کر کے گورنمنٹ سے تسلیم کرایا۔ الحمد للہ یہ خطاب ۱۲۷ برس تک فرمانروایان لوہارو کا رہا۔ نواب احمد بخش خاں کی سالی جو مدی بیگم کی بہن تھی وہ راجہ بختاور سنگھ الور کی پاتر یعنی حرم تھی بختاور سنگھ کا انتقال ہوا تو موسی مدی کی بہن ان کے ساتھ ستی ہو گئی۔ اور اس کے نام کے محلات اب تک تجارہ ریاست الور میں ہیں اس سے ایک بیٹا بلونت سنگھ اور ایک بیٹی چاند کور پیدا ہوئے تھے۔ یہ دونوں بہنیں میواتی نسل کی تھیں۔ نواب احمد بخش خاں کی کوشش سے کچھ حصہ الور کا اور نقد غالباً چار لاکھ روپیہ سالانہ مقرر ہوا اور یہ طے پایا تھا۔

کہ اگر بلونت سنگھ لا ولد مر گئے تو یہ جاگیر اور نقدی جو مقرر ہوئی تھی ریاست الور میں شامل ہو جائیگی۔ یہ بات اصل میں اس لئے ہوئی تھی کہ بختاور سنگھ راجہ کی اصلی رانی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ بنے سنگھ ان کے بھتیجے تھے اس لئے وہ دعویدارِ ریاست ہوئے اور بلونت سنگھ بھی مدعی ہوئے۔

نواب احمد بخش خاں کے اثر سے ان کو یہ جاگیر وغیرہ ملی تھی اور بلونت سنگھ انہیں باپو کہتے تھے۔ اس تذکرہ سے مقصد یہ تھا کہ بلونت سنگھ کو جو کچھ بھی ملا وہ نواب صاحب کی وجہ سے ملا تھا اور وہ ان کے سرپرست بھی تھے۔ مختصر اینکہ ..... ریاست الور کے بارے میں یہی فیصلہ ہوا تھا جو ذکر کیا گیا کہ راجہ بنے سنگھ کو یہ بات ناگوار گذری کہ یہ جاگیر تجارہ وغیرہ کی اور روپیہ بلونت سنگھ کو کیوں دیا گیا۔ کیوں کہ وہ اس کا باعث نواب احمد بخش خاں کو تصور کرتا تھا۔ اس لئے ان کے قتل کرنے کے لئے کچھ آدمی بھیجے اور ان پر شب کو بمقام نور باغ آزاد پور میں جہاں وہ شب کو باہر گرمی کے موسم کی وجہ سے سو رہے تھے قاتل نے ان پر تلوار سے وار کیا۔ ان کے فوری بیدار ہونے کے باعث صرف ان کا سر زخمی ہوا اور تلوار معروف ظفر تکیہ (جو تکیہ کے نیچے تلوار رکھی جاتی ہے) سے نواب صاحب نے وار کیا جو اوچھا پڑا اسی وقت پہرے دار بھی آ گئے۔ لیکن وہ قاتل معہ اپنے ہمراہیوں کی کثیر تعداد کے ساتھ کیلوں کے درختوں میں جو جائے وقوعہ کے قریب تھے انکی آڑ میں ہو کر ایسے فرار

ہوئے کہ گرفتار نہ ہوسکے۔ یہ وہی نور باغ آزاد پور ہے جو میرے پاس معہ کوٹھی کے تھا۔ کیوں کہ باغ دو مواضعات حدود آزاد پور اور بھڑولہ میں تھا۔ اور تقسیم میں سالم آزاد پور کا رقبہ اور چوتھائی حصہ بھڑولے کا میرے حصہ میں تھا اور تین چوتھائی حصہ احتشام الدین علی احمد اور شمس الدین علی احمد میرے دونوں خالہ زاد بھائیوں کا تھا۔ اب یہ تمام باغ معہ کوٹھی کے گورنمنٹ نے حاصل کرلیا تمام اشجار کا نام بھی نہیں رہا اور کوٹھی کا کچھ حصہ مسمار کر دیا اور کچھ ابھی باقی ہے۔ مسجد معہ اپنے چاہ کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ۱۹۴۵ء میں تعمیر کرادی تھی یہ ڈیڑھ سو گز مربع جہاں یہ مسجد اور کنواں واقع ہے میرے وقف کرنے کی درخواست پر چھوڑ دیا گیا جو اب تک موجود ہے اور میں نے ایک منتظمہ کمیٹی ان لوگوں سے منتخب کرا کے جو اجودھیا ٹیکسٹائل منج میں کاریگر ہیں بنوا دی ہے اور وہی کمیٹی مسجد کی نگرانی کر رہی ہے۔

مرزا غالب مرحوم نے کتاب معروف دشنبو (کچہری) میں تحریر کیا ہے کہ جناب نواب احمد بخش خاں علاقہ بھرت پور میں بحالت نبرد آزمائی خیمہ زن تھے دوسرے خیمے میں دادا غالب مرحوم معہ اپنے سالے علی بخش خاں نواب صاحب کے ساتھ تھے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دادا غالب مرحوم سے کیسے خوشگوار تعلقات مہر و محبت کے تھے کہ ایسے موقعہ پر بھی وہ دادا غالب مرحوم کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ سنہ ۱۸۰۱ء سے قبل جب کہ تاریخوں کا تعین کرنا مشکل

ہے کہ وہ لارڈ لیک کے ساتھ ان تاریخوں میں دوش بدوش شمشیر زنی میں حصہ لیتے رہے۔ سن مذکور یعنی سنہ ۱۸۰۵ء میں جب کہ وہ خود مختار رئیس قرار دیئے گئے۔ فیروز پور جھرکہ میں اپنی ریاست کے انتظام میں مصروف رہے اور ایک مرتبہ لوہارو بھی گئے اور تعمیر نظامت کا حکم دے کر واپس آ گئے نانی معظم زمانی بیگم صاحبہ فرماتی تھیں کہ ان کے منھ اور ہاتھوں پر زخموں کے نشانات تھے اور دایاں ہاتھ باوجود مندمل ہونے کے چمچہ سے کھاتے تھے۔ ۱۸۲۷ء میں بعمر ۶۲ سال وفات پائی۔ جب ان کی وفات ہوئی اس وقت نواب شمس الدین احمد خاں پسر اکبر جو ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے تھے ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ اور میرے پردادا نواب امیرالدین احمد خاں جو ۱۸۱۴ء میں پیدا ہوئے تھے انکی عمر ۱۳ سال کی تھی اور نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر رخشاں ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی عمر سات سال کی تھی یہ دونوں بھائی برادران علاتی تھے اور شمس الدین احمد خاں کے چھوٹے بھائی جو ان کے حقیقی بھائی تھے ان کا نام ابراہیم علی خاں تھا۔ ان کی تاریخ پیدائش معلوم نہ ہو سکی صرف تاریخ وفات ہی معلوم ہو سکی ہے۔ ان کی تاریخ وفات ۱۸۳۳ء ہے۔ جب نواب احمد بخش خاں کا جنازہ حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ میں پہنچا تو انکا سردابہ جو تیار ہو گیا تھا اس کے معاوضہ کی طلبی پر جو وہاں کے خدام نے کی تھی اس کو روپوں سے بھر دیا گیا تھا گویا یہ اس کا معاوضہ تھا جب خدام

روپیہ سے لے چکے تو خدام نے اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے جنازہ نہ رکھنے کے لئے مزاحمت کی اور کہا کہ یہ روپیہ ناکافی ہے۔ ایک شور و غل بپا ہو گیا تو بلونت سنگھ جو وہاں موجود تھے انھوں نے دریافت کیا کہ کیا باپو کو رکھنے نہیں دیتے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی زبان میں رسالہ کے نوجوانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "ٹھاکر اب کائیں دیکھو چھے"۔ بس اس کا کہنا تھا کہ ٹھاکروں نے تلواریں نکال لیں اور خدام بھاگ گئے۔

ایک بہادر جنگجو نواب کی زندگی جس طرح تلواروں اور جنگ آزمائی کے ساتھ گذری تلواروں کی آب و تاب میں دفن ہوئے۔ ان کے سرہانے ایک سنگ مرمر کا ستون کھڑا کیا اور اس پر مینو مقام فخر الدولہ ۱۲۴۳ھ تاریخ وفات کندہ کرائی۔ اور اس خاص ستون کا چراغدان لحد مادۂ تاریخ نکال کر کندہ کرایا۔

نواب شمس الدین احمد خاں

حالات ان کی پیدائش کی تاریخ ۱۸۰۹ء ہے اپنے والد احمد بخش خاں کی وفات کے بعد یہ ان کے جانشین ہوئے جو بہو بیگم کے بطن سے تھے۔ ان کی جانشینی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صحیح النسب تھے اور جیسا کہ مشہور کیا گیا بلکہ لکھا بھی گیا ہے کہ ان کی والدہ

مرحوم تھیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ قانوناً اور شرعاً جائز وارث نہ تسلیم کیے گئے ہوتے ان کے حلالی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اگرچہ تمام اقربا اور خاندان کے افراد ان کے بطن مادری کے لحاظ سے خوش نہ تھے اور یہ ان کو شاق گذرتا تھا۔

اب وہ وظیفہ جو دادا غالب مرحوم کو ملنا چاہیئے تھا۔ اور جس کا معاہدہ اور انضباط حکومت برطانیہ سے نواب احمد بخش خاں کا ہوا تھا۔ اس کی ادائگی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اس کے تفصیل کے ساتھ تو واقعات نہیں معلوم صرف اتنی بات معلوم ہوسکی کہ نواب شمس الدین احمد خاں کے تعلقات دادا غالب مرحوم سے اور ساتھ ہی ساتھ ان کا تنازعہ نواب امین الدین احمد خاں کے ساتھ ہوگیا اور وہ یہ تھا جو تاریخ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا کی جلد سوئم صفحہ ۱۸۶ میں تحریر ہے کہ نواب شمس الدین احمد خاں یہ نہیں چاہتے تھے کہ لوہارو خودمختار جداگانہ ریاست ہو۔ مورخ لکھتا ہے کہ گورنر نے یہ تجویز کیا تھا کہ نواب امین الدین احمد خاں کی ریاست تحت نواب شمس الدین احمد خاں کے ہو۔ نواب امین الدین احمد خاں نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور سر ولیم فریزر جو دہلی میں گورنر جنرل کا ایجنٹ تھا اس نے نواب امین الدین احمد خاں کی موافقت کر کے سفارش کی کہ یہ آزادانہ ریاست خودمختاری کی حیثیت سے نواب امین الدین احمد خاں کی ہونی چاہیئے اور یہ ہدایت کی کہ وہ ہی اپنی عرضداشت اس کی سفارش کے ساتھ کلکتہ جا کر گورنر جنرل کو پیش کر دیں۔ یہ لب لباب ہے تاریخ مذکور کا

جو میں نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔ نواب امین الدین احمد خاں کلکتہ ہی میں تھے اور ان کے چلے جانے کے بعد جب نواب شمس الدین احمد خاں فریزر صاحب سے ملنے گئے وہ ان پر ناراض ہوا اور کہا کہ کوٹھی سے باہر نکل جاؤ اس وقت سکندر صاحب یعنی جیمز اسکنر بھی وہاں موجود تھے انھوں نے فریزر سے کہا کہ آپ کو ایسا کہنا نہیں چاہئے تھا۔ فریزر نے کہا یہ نوجوان اسی تنبیہ کے قابل ہے اب یہاں دو باتیں ہو گئیں ایک تو یہ کہ وہ یعنی نواب شمس الدین احمد خاں میواتاً کے بطن سے تھے دوم یہ کہ اس تمام میواتی علاقہ کے نواب تھے۔ یعنی اس کی ریاست میں سب میواتی آباد تھے جو ان کی رعایا تھی۔ انھوں نے اس رنج میں آکر کہ فریزر نے نواب امین الدین احمد خان کی معاونت کی۔ کریم خاں نامی جو کبھر مارو کے نام سے مشہور تھا۔ یعنی ایسا نشانہ باز تھا کہ ادھر بندوق بھری اور فوراً نشانہ پر لگا دی اس کو اس کام کے لئے متعین کیا کہ وہ دہلی میں جا کر فریزر کو قتل کر دے۔ یہ بھی ہوا جیسا کہ میں کتاب موسومہ "قتل فریزر" میں تحریر کر چکا ہوں کہ وہ دہلی سے ناکام واپس گیا تو نواب شمس الدین احمد خاں نے اس پر بہت تنبیہہ کر کے دہلی واپس بھیجا انیا نامی میو بھی اس واقعہ سے واقف تھا۔ اس زمانہ میں دہلی شہر کے باہر یعنی فصیل سے باہر دو کوٹھیاں تھیں اور بہت کم کوٹھیاں باہر تھیں یا نہ تھیں یہ معلوم نہیں لیکن (ٹوی لائٹ آف دی مغل) میں تحریر کیا گیا ہے کہ اس وقت

فریزر کی کوٹھی جہاں اب ہندو رائے ہسپتال ہے اس کی قیام گاہ تھی۔ اور
دوسری کوٹھی مٹیکاف ہاؤس تھی جہاں مٹیکاف خود مقیم تھا۔ فریزر جب
فصیل شہر سے باہر آیا تو کریم خاں نے ایسی کاری گولی ماری کہ وہ گھوڑے
سے گر کر فوراً فوت ہوگیا اور تفصیلی واقعات ترک کرتے ہوئے یہ لکھنا کافی
ہوگا کہ اپنا گواہ سلطانی بنا اور نواب شمس الدین احمد خاں اور کریم خاں کو
پھانسی ہوگئی۔ ان کی قبر سنگ مرمری تعویذ کی مع قبر نواب شہاب الدین خاں
ثاقب اسی مسجد کے جانب جنوب کٹہرے کے قریب ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب
نواب امین الدین احمد خاں کلکتہ سے واپس آئے تو ان کو لوہارو خود مختارانہ
حیثیت سے دیا گیا اور حکومت برطانیہ نے ان کی درخواست واپسی ریاست
جھرکہ ان کو تحویل میں دینے کی نامنظور کردی اور اس کو ضبط کر لیا۔

نواب امین الدین احمد خاں

حالات | ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۱۴ء
سے ہے۔ ان کے حالات گزٹ کے ترجمے میں آچکے ہیں۔ یہ میرے حقیقی پردادا
ہیں اور مرزا غالب کی بیوی امراؤ بیگم دختر الہی بخش خاں ان کی حقیقی چچا زاد
بہن تھیں اس لئے ان سے اور ان کے چھوٹے بھائی نواب ضیاء الدین احمد
خاں سے بہت ربط وضبط تھا وہ موسم گرما میں دہلی میں رہتے تھے اور جیز اکثر

جن کو سکندرہ کہا جاتا ہے ان سے مکان جو کوچہ رائے مان کا جواب کثرت استعمال سے کوچہ رحمان ہو گیا کے سامنے واقع تھا لیا تھا۔ اس کا ثبوت صرف وہ دو منزلہ مسجد ہے جو سکندر صاحب نے صدر دروازہ کے برابر اس وجہ سے کہ ان کی بیوی مسلمان تھیں تعمیر کرائی تھی وہ کتبہ مسجد کا نہ معلوم کس وجہ سے اکھیڑ کر چھت پر ڈال رکھا ہے جو میں نے خود جا کر دیکھا ہے۔

نواب امین الدین احمد خاں کی شادی جیسا کہ گزٹ میں تحریر ہے کہ غضنفر الدولہ مرزا ولی محمد بیگ (یکے از امرا شاہ لکھنؤ تھے اور مینڈو خاں کے نام سے مشہور تھے) کی دختر سے ہوئی۔ یہ قصہ مشہور ہے کہ جہیز میں جو گھوڑے دیئے گئے تھے ان گھوڑوں کی مینخیں نقرئی تھیں اور یہ فقرہ کہا گیا تھا کہ مینخیں تو نقرئی ہیں اور مینخچو کا ٹھوکا ہے۔ اس قدر دولت ساتھ آئی تھی کہ مینڈو خاں کی سرائے امین آباد لکھنؤ کے پاس میں نے خود دیکھی جہاں ان کی قبر ہے۔ نواب امین الدین احمد خاں کی تمام زندگی ریاست کے نظم و نسق میں صرف ہوئی اور وہ اس قدر جفاکش تھے کہ دہلی سے لوہارو کی مسافت، جو سو میل ہے وہ ایک دن میں طے کرتے تھے۔ یعنی صبح چلتے اور

شام کو دہلی آجاتے۔ ان کے زمانہ میں بحوالہ گزٹ تین مرتبہ بغاوت ہوئی جسکے فرو کرنے میں وہ کامیاب ہو گئے۔ ان سے بھی مرحوم غالب کی خط و کتابت تھی جیسا کہ خلیق انجم صاحب نے اپنی مؤلفہ کتاب "غالب کی نادر تحریریں" میں صفحہ ۴۸، ۷۶ میں تحریر کیا ہے۔ صفحہ ۷۶ میں ہے کہ ان کو ایک غزل لکھ کر بھیجی۔ مگر نواب امین الدین احمد خاں کا کوئی کلام میری نظر سے نہیں گذرا۔ جو کچھ انھوں نے ریاست کے متعلق کیا اس کی فلاح کے لئے کیا وہ سب گزٹ میں تحریر ہے۔ یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ ان کا غالب مرحوم سے کیا رشتہ تھا اور کیسے تعلقات تھے وہ ایک بات سے مجبور تھے کہ ان کی چھوٹی سی ریاست لوہارو غالب مرحوم کی پنشن کی ادائیگی کرنے کے قابل نہ تھی اور نہ وہ اس کے پابند تھے یہ تو اسی صورت میں ہوتا کہ جب کہ فیروز پور جھرکہ کی ریاست ان کو واپس دی جاتی جس کے وہ حقیقتاً جائز مستحق تھے۔ کیوں کہ نواب شمس الدین خاں کا ذاتی فعل قتل کا انہیں کی ذات سے وابستہ تھا۔ خاندان میں کسی نے یا نواب امین الدین خاں یا نواب ضیاء الدین احمد خاں نے کوئی سرکشی یا بغاوت نہیں کری تھی اور ان کا انتقال بوجہ مرض ذات الجنب ۳۰ر دسمبر ۱۸۶۹ء میں ہوا۔ مادۂ تاریخ وفات مدفن نواب امین الدین احمد خاں ۱۲۸۶ھ تعویذ پر کندہ ہے۔ صندل خانہ درگاہ قطب صاحب میں

ایک بات ضروری یہ بھی ہے کہ نواب امیر الدین احمد خاں نے ملکہ بیگم شہزادی سے نکاح کیا تھا اور ان کے بطن سے ایک پسر ہرمز پیدا ہوا اور فوت ہو گیا دوسرا بیٹا افراسیاب اب بھی کراچی میں ہے

نواب علاؤ الدین احمد خاں عالی

نواب علاؤ الدین احمد خاں ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔

۱۸ر فروری ۱۸۵۵ء میں بمقام نجیب آباد شمس النساء بیگم بنت نواب جلال الدین احمد خاں سے ان کا نکاح ہوا تھا جو براہ راست نواب نجیب الدولہ والی نجیب آباد کے پڑپوتے تھے اور نواب نجیب الدولہ پر غدر میں بغاوت کا الزام انگریزوں نے لگایا تھا جو غلط فہمی پر مبنی تھا۔ ان کی نعش کا پتہ ہی نہ لگا کہ انہیں پھانسی دے کر نہ معلوم کہاں پھینکا۔ نواب نجیب الدولہ اپنے کارنامہ ہائے فوج سے ایک بڑی وسیع مکمل تاریخ رکھتے ہیں۔ اور اس رشتہ کے باعث ان کے بھائی مع اپنے دوسرے بھائی اور بہنوں کے رامپور میں آباد ہو گئے۔ اور بھی نجیب آباد کے لوگ یہاں آباد ہوئے۔ عسکری بیگم ہز ہائینس نواب سید رضا علی خاں سے منسوب ہوئیں جو جنرل عظیم الدین احمد خاں کی نواسی ہیں۔ موجودہ نواب مرتضیٰ علی خاں انہیں کے بطن سے ہیں اس رشتہ کا ذکر خاندان لوہارو سے تعلق رکھنے کے باعث لکھ دیا اس کے بعد اور بھی رشتے ہوئے مثلاً میری ہمشیرہ عالیہ سلطان بیگم کی شادی سر عبدالصمد خاں

چیف منسٹر رامپور سے ہوئی۔ جو ان کی پہلی زوجہ کے بعد ہوئی۔ اس طرح سے حضرت علیا عسکری بیگم صاحبہ پہلے رشتہ سے میری بہن ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کے نانا اور دادی بھائی بہن تھے۔ اور دوسرے رشتے سے میری بہن کی سوتیلی بیٹی ہوتی ہیں۔ نواب علاؤ الدین احمد خاں کا یہ پہلا رشتہ تھا جو پٹھانوں میں ہوا۔ ان کی ذاتی قابلیت علمی کی اس سے بڑھ کر اور کیا سند ہوسکتی ہے کہ مرزا غالب نے ان کو اپنا جانشین قرار دیا اور خط و کتابت مرزا غالب کی نواب علاؤ الدین احمد خاں کے ساتھ اس قدر تھی کہ اس کی مثال ہی نہیں فارسی، عربی، ترکی وہ جانتے تھے۔ اور انگریزی بھی لکھ پڑھ لیتے تھے۔ دہلی میں ان کا قیام کوٹھی نواب لوہارو موسومہ میں ہوتا تھا جو کوچہ رحمان کے سامنے تھی ان کی مہمان نوازی مشہور ہے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد وہ لوہارو میں جانشین ہوئے جس کی رسم بڑے تزک و احتشام کے ساتھ حصار میں ہوئی تھی جس کا تذکرہ ترجمہ گزٹ میں آ چکا ہے۔ نیز دہ حالات بھی ترجمے میں موجود ہیں جو ریاست ....

لوہارو کی ترقی کے باعث ہیں۔ مرزا غالب ان کے رشتہ میں پھوپھا ہوتے تھے اور ان کا ذوق و شوق علم ہی مرزا غالب کے ساتھ بے انتہا ربط و ضبط کا باعث تھا وہ مرزا غالب کے باقاعدہ شاگرد تھے۔ اور ان سے اصلاح لیتے تھے جب وہ کافی مشاق ہوگئے تو انھوں نے ایک مرتبہ

لوہارو سے دہلی آ کر مرزا غالب کی قیام گاہ میں جا کر ان کی عدم موجودگی میں یہ شعر تحریر کیا ؂

علائیؔ چوں بجائے غالبؔ نشست
کاغذ بدرید و قلم در شکست

یہ شعر تحریر کر کے چلے گئے۔ مرزا غالب نے جب یہ دیکھا تو اس کے بعد مندرجہ ذیل دو اسناد فارسی، اردو میں ان کی جانشینی کی تحریر کر کے ارسال کر دیں

سند فارسی

علاؤالدین خاں بہادر بہ فرایاب؛ خرد خدا داد راہ سخن ــ بہ رہنمائی من رفت۔ و در پیری من و برنائے خویش بہ دستان سخن ــ گستری جائے من از من گرفت ــ اینک در خویشاوندی و یگانگی مردم چشم جہاں بین است بر چار بالش بہ ہنرمندی و فرزانگی جانشین است ــ

سند اردو

اقبال نشان والا شان صدرہ عزیز تر از جان مرزا علاؤالدین خاں کو دعائے درویشانہ غالب دیوانہ کی پہنچے۔ سال بگذشتہ تم کو یاد ہوگا میں نے دبستان فارسی کا تم کو جانشین اور خلیفہ قرار دے کر ایک سجل لکھ دیا تھا۔ اب جو چار کم اسّی برس کی عمر ہوئی اور جانو کہ [illegible] گی برسوں کی کیا بلکہ مہینوں کی نہ رہی۔ شائد بارہ مہینے جس کو ایک برس کہتے ہیں پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے اپنے اثبات حواس میں اپنے دستخط سے یہ توقیع تم کو لکھ دیتا ہوں کہ فن اردو میں نظماً نثراً تم میرے جانشین ہو۔ چاہیئے کہ میرے جاننے والے جیسا مجھ کو جانتے ہیں ویسا تم کو جانیں اور جس طرح مجھ کو مانتے ہیں تم کو مانیں

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

یکشنبہ سلخ صفر ۱۲۸۵ھ

۲۱ جون ۱۸۶۸ء۔ از دہلی

رقعہ علاؤالدین احمد خاں بنام مرزا غالب

سر آغاز موسم بھی کیا خوب ہے
کہ دلّی سے حضرت لوہارو کو آئیں
سرولی کے آموں کی ہر صبح ڈاک
تو دلّی کے انگور ہر شام آئیں
عجب لطف ہے یہاں کی برسات ہیں
کہ کیچڑ کہیں نام کو بھی نہ پائیں
وہ بے ریشہ بکری کا لحم طری
جسے کھا کے کیا خوب لذت اٹھائیں
یہ ہو حکم باورچیوں کو کہ ہاں
ابھی جا کے جلدی سے کھانا پکائیں
وہ لیں باغ سے جا کے املی کے پھول
کہ جنگل سے کڑوے کریلے منگائیں

جوابِ رقعہ علاؤالدین احمد خاں از مرزا غالب

سرِ آغازِ موسم میں اندھے ہیں ہم
کہ دلّی کو چھوڑیں لوہارو کو جائیں

خوشی ہے یہ آنے کی برسات کے
پئیں بادۂ ناب اور آم کھائیں

سوا ناج کے جو ہے مطلوبِ جان
نہ واں آم پائیں نہ انگور پائیں

یہ ہو حکم باورچیوں کو کہ ہاں
ابھی جا کے پوچھو کہ کیا کیا پکائیں

وہ کھٹے کہاں پائیں املی کے پھول
وہ کڑوے کریلے کہاں سے منگائیں

فقط گوشت سو بھیڑ کا ریشہ دار
کہو اس کو ہم کھا کے کیا حظ اٹھائیں

حسب گفتہ علائی قطعہ مادۂ تاریخ وفاتِ غالب

خاقان سخن بدیل سحبان
آں غالب نکتہ سنج دانا

در عمر دوسی و دہ کم و
پدرود جہاں بے بقا را

از ملہم غیب سال جستم
خاقان وقت وائے گفتا

۱۲۸۵ھ

رباعی از علائی

صدرہ بہ خطا زمرد معذوری بہ
صدرہ بہ عیوب دوست مستوری بہ
فتوے کہ ز پیر دل گرفتم اینست
قربے کہ بدعا دل نبود دوری بہ

اور ان کی نوابی کے مختصراً حالات یہ ہیں کہ نواب علاؤ الدین احمد خاں کا خطاب نوابی جو رسمی تھا بحوالہ کتاب "معاہدات" ۱۸۸۴ء میں لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی سفارش پر عطا ہوا اور یہ بھی تحریر ہے کہ آپ اور آپ کے ورثاء اور جانشین لوہارو کے نواب خطاب نوابی کے مستحق ہوں گے بشرطِ وفاداری برٹش گورنمنٹ دستخطی نارتھ برک۔ محررہ ۳ راگست ۱۸۷۴ء۔

نواب علاؤ الدین احمد خاں کا انتقال ۱۳ راکتوبر ۱۸۸۴ء میں ہوا۔ اور صندل خانہ درگاہ قطب صاحب میں دفن ہوئے۔ انکی ریاست کی فلاح وبہبود (جو ترجمۂ گزٹ کتاب ہذا میں موجود ہے) قابل ذکر ہے۔ ان کے پسر اکبر نواب سر امیر الدین احمد خاں عرف فرخ مرزا بعمر ۲۴ رسال ان کے جانشین ہوئے جن کے مختصر حالات تحریر کئے جاتے ہیں۔

نواب ہز ہائینس سر امیر الدین احمد خاں کے۔ سی۔ آئی۔ ای ۱۸۶۰ء میں لوہارو میں پیدا ہوئے اور فارسی، عربی کی مکمل تعلیم حاصل کی۔ ابتداء میں اپنے والد کی زندگی میں دو سال انگریزی پڑھی۔ بعمر تیس سال انگریزی کا علم بھی اس قدر حاصل کرلیا کہ وہ خوب پڑھ سکتے تھے اور لکھ سکتے تھے۔

۱۸۷۴ء سے ۱۸۸۴ء تک وہ نظم ونسق ریاست میں حصہ لیتے رہے اور اس طرح سے باعثِ امداد والد مرحوم ہوئے۔ ۱۸۸۴ء میں لارڈ رپن کے دربار منعقد لاہور میں اپنے والد کی نمائندگی کی اور اسی سال اپنی چچازاد

بہن دختر مرزا شہاب الدین احمد خاں ثاقب سے شادی کی ۱۸۹۵ء

میں وہ شاہی قانون ساز مجلس کے رکن مقرر ہوئے وغیرہ وغیرہ (یہ سب

ترجمہ گزٹ میں آچکا ہے) یہاں تو صرف یہ ذکر کرنا ہے کہ انھوں نے نہ

صرف مرزا غالبؔ کو دیکھا بلکہ اکثر و بیشتر سن تمیز کو پہنچنے کے بعد ان کے

پاس جایا کرتے تھے چنانچہ انہیں کے متعلق جو خط مرزا غالبؔ نے انکی فراست

کے متعلق لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

مرزا غالب نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ایک کودک غریب الوطن

کے اختلاط گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل افروز ہے۔

پرسوں فرخ مرزا آیا۔ اس کا باپ اس کے ساتھ تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ

تمہاری تنخواہ آئی۔ کہا "جناب عالی آکا جان کی تنخواہ آگئی ہے۔

میری نہیں آئی میں نے کہا تو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا میں تو آکا

جان سے روز کہتا ہوں کہ لوہارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دلی کی رعیت

میں کیوں بن گئے۔ سبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم و فراست اور

طبع سلیم میں اسکی خوبی خو، اور فرخی سیرت پر نظر کر کے اس کو فرخ سیر کہتا

ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔ تم اس کو بلا کیوں نہیں بھیجتے (یہ خطاب

علاؤ الدین احمد خاں سے ہے جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے) مگر بھائی غلام حسین

مرحوم کا متبع ہوں کہ زین العابدین اور حیدر حسن اور ان کی اولاد کو کبھی

منھ نہ لگایا۔

علاؤالدین جیسا ہوشمند و ہمہ داں بیٹا فرخ سیر جیسا دانشور بذلہ سنج اور شیریں سخن پوتا۔ عطیۂ عظمیٰ موھبت کبریٰ ہے۔ تمہارے واسطے منجانب اللہ آج ۲۲ رجون کی ہے۔ آج آفتاب سرطان میں آگیا۔ نقطۂ انقلاب میں دن گھٹنے لگا۔ چاہیئے کہ تمہارا غیظ و غضب ہر روز کم ہوتا جائے۔

مزاج کا طالب

غالب

ایک مرتبہ نواب سر امیرالدین احمد خاں مرزا غالب کے پاس گئے تو انھوں نے پوچھا کہ میں تمہارا کون ہوں؟ تو انھوں نے کہا دادا غالب بولے کہ "دادا نہیں۔ دلدادہ" سر امیرالدین احمد خاں تمام فرما روایان میں یعنی اسلاف میں اس لئے قابل فخر ہیں کہ انھوں نے بہت اعزاز حاصل کئے اپنے بیٹوں کے علاوہ بھتیجوں میں خصوصیت کے ساتھ مجھ کو اور میرے بھائی اور میری دونوں بہنوں کو بہت چاہتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اختری بیگم صاحبہ ان کی زوجہ محترمہ دختر مرزا شہاب الدین احمد خاں ثاقب میری والدہ مرحومہ فاطمہ سلطان بیگم اور ان کی دونوں بہنیں اختری بیگم صاحبہ کی حقیقی ماموں زاد بہنیں تھیں۔ میں ۱۹۰۳ء کے دربار

ہیں ان کے کیمپ میں مقیم تھا۔ اور ۱۹۱۱ء کے دربار میں باوجود ملازمت کے انھوں نے نظام حیدرآباد کی ملاقات جو بازدید تھی اس میں مجھ کو بھی بلایا تھا اس سے قبل امیر کابل حبیب اللہ خاں کے دربار منعقدہ آگرہ دہلی میں بھی گیا تھا یہ غالباً ۱۹۰۶ء کا ذکر ہے۔ ان کے بڑے بیٹے معیزالدین احمد خاں اکبر کا انتقال ۱۹۰۰ء میں ہو گیا اور خود ان کا انتقال ۱۹۳۷ء میں ہوا۔ اور انھوں نے اپنی زندگی ہی میں ریاست کے اختیارات سے دست بردار ہو کر نواب اعزالدین احمد خاں کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ یہ ان کے اپنے بڑے بھائی معزالدین احمد خاں کے انتقال کے بعد ولیعہد ہو گئے تھے۔ یہ ۲۷ر دسمبر ۱۸۸۵ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ بہت ذہین اور طباع تھے۔ ان کا ایک دیوان بھی ہے۔ اپنی قابلیت کی وجہ سے پہلے یہ منتظم مالی ریاست ہوئے پھر ان کے والد نے اپنی زندگی ہی میں دہارو میں دربار منعقد کر کے جانشینی کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ نے اس کو تسلیم کر لیا اور دربار منعقدہ لوہارو میں ایجنٹ گورنر جنرل نے ان کا خود مختار رئیس ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ علاوہ چچا زاد بھائی ہونے کے میرے بہنوئی بھی تھے۔ اسی زمانے میں اعزاز کی توسیع ہوئی تو توپ سلامی مقرر ہوئی اور مرکزی حکومت سے تعلق ہوا اور ریاست کی آمدنی بندوبست کرا کے بڑھائی انگریز متعجب ہوتے تھے کہ یہ ریاست

بہت سیاست داں ہے۔ جب ڈیوک آف ونڈسر کا دربار دہلی میں ہوا تو عم مکرم نواب سر امیر الدین احمد خاں کی ان کی ذاتی اعزازی حیثیت سے نو توپوں کی سلامی سر ہوئی۔ اور ان کے پسر نواب اعزالدین احمد خاں کو سلامی نواتواب کی بحیثیت فرماں روائے لوہارو دی گئی اور ایجنٹ نے بحیثیت نمائندہ گورنمنٹ ہند ان کا استقبال کیا۔ انہیں کے زمانے میں باضابطہ پھانسی کے اختیارات تسلیم کئے گئے اور ایک ملزم کو پھانسی ہوئی جو فقرہ میں نے سیاست دانی کا تحریر کیا ہے اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ لوہارو کی دو مختلف صورتوں کے ساتھ اٹھارہ توپوں کی سلامی ہوئی۔ اور یہ بات بھی قابل تعریف ہے کہ انھوں نے پندرہ سال میں ایچی سن کالج لاہور سے انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔ ان کے والد کا تخلص فرخ تھا۔ اور ان کا اعظم جو عرف بھی تھا اس وجہ سے کہ عارف کی پوتی کی بیٹی میری بہن ذکیہ سلطان بیگم عرف فخر بیگم جو ۱۹۰۶ء میں ان سے منسوب ہوئی تھیں اس لئے مرزا غالب کے حالات اور واقعات نے ان کو دو طرفہ تعلقات یعنی باپ اور بیوی کی طرف سے ہونے کی بناء پر ایسا شوق اللہ تعالیٰ نے دیا کہ بہت عمدہ شعر کہتے تھے۔ افسوس ہے کہ اپنے والد کی زندگی ہی میں ۱۹۲۶ء میں انتقال ہو گیا ان کی دوسری شادی میری حقیقی بھتیجی خدیجہ سلطان بیگم سے (میری بہن کی وفات کے بعد) ہوئی تھی۔

ان (خدیجہ بیگم) کا انتقال ۵ر اگست ۱۹۶۲ء کو ہو گیا۔ اعزالدین احمد خاں کی قبر و نیز میری ہمشیرہ کی قبر قدم شریف میں ہے۔

یہ بات سر امیر الدین احمد خاں کے ذکر میں رہ گئی کہ وہ لوہارو میں دفن ہوئے جہاں ان کی اہلیہ اختری سلطانہ بیگم صاحبہ کی والدہ کی قبر ہے۔ اور خدیجہ سلطان بیگم کو بھی وہیں دفن کیا ہے۔ موجودہ نواب ہز ہائینس میجر امین الدین احمد خاں ثانی ہمشیرہ زادہ کا زمانہ فرمانروائی ۱۹۴۷ء تک رہا جو اپنے والد کی وفات کے بعد اولاً نابالغی کے باعث تحت اپنے دادا سر امیر الدین خان کے رہے جو ریجن مقرر ہو گئے تھے یہ ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے تھے اور سن بلوغت یعنی ۲۱ سالہ عمر میں ان کو گورنمنٹ نے فرمانروا تسلیم کر لیا۔ انھوں نے قابل تعریف سرعت کے ساتھ ریاست میں ترقی کی۔ لوہارو میں ریل پہنچی اور لوہارو کے اسٹیشن کے علاوہ دو ریلوے اسٹیشن اور ہیں۔ اس کا افتتاح مہاراجہ گنگا سنگھ والئ بیکانیر نے لوہارو آ کر کیا تھا۔ اور یہ لائین دہلی تا بیکانیر انہیں کی مجوزہ ہے اسکے باعث نواب امین الدین احمد خاں ثانی عرف شہر یار مرزا سلمہُ اللہ تعالیٰ نے ریلوے اسٹیشن کے پاس امین منڈی اپنے نام سے تعمیر کرائی اور انکے عہد حکومت میں ایسا فروغ ہوا کہ بعض سیٹھوں نے اپنی قیام گاہیں تعمیر کرائیں جن کی سیڑھیاں سنگ مرمر کی ہیں اس کی وجہ سے آمدنی بہت بڑھ گئی

بجلی گھر بھی تعمیر کرایا اور ایک خوشنما عمارت قلعہ کے باہر سہ منزلہ تعمیر کرائی۔ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ وسلامت رکھے۔ اب بھی قلعہ میں ایک فوجی گارد ہے جو قلعہ کی محافظت کرتی ہے اس میں محل ہے اور نوکر چاکر بھی ہیں۔ خود انھوں نے ایک عالی شان دو منزلہ عمارت جسے پور رسول لائنز میں تعمیر کرائی جس میں اب وہ خود مقیم ہیں۔

وہ اعزازی. ہیں اور راشٹرپتی کے اے ڈی کانگ رہ چکے ہیں جمعیتہ علما ہند اور کانگرس کے سرگرم ممبر ہیں اور اب راجستھان کی قانون سازی کی کونسل میں وزیر ہیں۔

یہاں تک کہ یہ سلسلہ خاندان لوہارو کے فرمارو ایان ...... کا تھا جو ختم کرتا ہوں۔

تعداد رقعات از کتاب موسومہ اردوئے معلّٰی

نام متعلقہ خاندان لوہارو	نمبر رقعہ مندرجہ کتاب	تعداد
نواب ضیاء الدین احمد خاں		۱
مرزا شہاب الدین احمد خاں	۳۱۵ تا ۳۲۱	۷
نواب امین الدین احمد خاں والئی لوہارو	۴۰۲ تا ۴۰۷	۶
نواب علاء الدین احمد خاں " "	۴۰۸ تا ۴۶۴	۵۶
مرزا سراميرالدین احمد خاں المدعو بہ فرخ مرزا		۱
کل تعداد		۷۱

میں نے ایک خط دستبنوہ (جو فارسی کی کتاب ہے) میں دیکھا ہے جو نواب ضیاء الدین احمد خاں کے نام ہے۔ جب کہ وہ آگرہ گئے تھے اور ان کے خط کا جواب مرزا غالب نے دیا تھا۔ اسی طرح فارسی کی سند جو کہ نواب علاؤ الدین احمد خاں کو جانشینی کی تحریر کی ہے وہ اردوئے معلّٰی میں نہیں ہے اور نہ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن ایک اردو کا تحریری خط نواب علاؤ الدین احمد خاں کو ان کے فرزند اکبر نواب

سراسیوالدین احمد خاں عرف فرخ مرزا کے متعلق تحریر کیا ہے وہ
بھی اردوئے معلی میں نہیں ہے جو میں نے یہاں لکھ دیا ہے۔ ان تمام
رقعات کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مرزا غالب اور ان حضرات
کے درمیان نہ صرف قرابت داری تھی بلکہ ان کے درمیان ادبی تعلق بھی تھا
کیوں کہ یہ رقعات خانگی امور اور ادبی شہ پاروں کا مجموعہ ہیں۔

نواب الٰہی بخش خاں معروف

یہ نواب الٰہی بخش خاں برادر حقیقی نواب احمد بخش خاں اور دو بھائی
اور تھے جن میں سے ایک نبی بخش خاں تھے جن کو گزٹ میں علی بخش خاں لکھا ہے
اور یہ غلط ہے۔

نبی بخش خاں کی اولاد کا سلسلہ ابھی تک موجود ہے دوسرے
بھائی محمد علی خاں تھے جن کی نسبت یہ سنا گیا ہے کہ یہی غدر میں جہاد کے
فتوے کے ہمنوا ہونے پر اور پھانسی کی سزا ہو جانے کی وجہ سے مکہ
شریف چلے گئے تھے۔ میں نے کتاب موسومہ علماء ہند کا شاندار ماضی میں دیکھا
لیکن اس میں محمد علیخاں کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اب پہلے رشتہ کے بعد جو مرزا
نصر اللہ بیگ سے نواب احمد بخش یا الٰہی بخش خاں کی ہمشیرہ سے ہوا تھا دوسرا رشتہ
مرزا نصر اللہ بیگ کے بھتیجے مرزا غالب سے امراؤ بیگم دختر الٰہی بخش خاں مطابق ۹ اگست
۱۸۱۰ء میں ہوا۔

ذکر غالب نے اردوئے معلیٰ کا حوالہ دیا ہے یہ حوالہ اردوئے
معلیٰ مطبوعہ الہ آباد رام نارائن لال بیٹی مادھو طبع کنندہ اور کتب فروش

میں نہیں ہے)

امراؤ بیگم (بحوالہ ذکر غالب) اس وقت ۱۱ سال کی تھیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ الہی بخش خاں، احمد بخش خاں کے چھوٹے بھائی تھے اسکے متعلق محمد حسین آزاد کی کتاب موسومہ "آب حیات" بحوالہ حاشیہ فقرا شہ تصرف مندرجہ صفحہ ۴۴۰ تحریر کرتا ہوں:۔

ایک دن نواب احمد بخش خاں آئے۔ لیکن افسردہ اور برآشفتہ۔ الہی بخش خاں مرحوم سمجھ جاتے تھے کہ کچھ نہ کچھ آج ہے جو اس طرح آئے پوچھا کچھ خفا ہو؟ کہا نہیں حضرت۔ فیروز پور جھرکہ جاتا ہوں ۔ پوچھا کیوں؟ کہا بڑے صاحب (صاحب ریذیڈنٹ) نے حکم دیا ہے کہ جسکو ملنا ہو بدھ کو ملاقات کرے۔ حضرت آپ جانتے ہیں مجھے ہفتہ میں دس دس مرتبہ کام پڑتے ہیں جب جی چاہا گیا۔ جو ضرورت ہوئی کہہ سن آیا۔ مجھ سے پابندیاں نہیں اٹھتیں۔ میں یہاں رہتا ہی نہیں؟ فرمایا کہ تم سے کہا ہے؟ کہا مجھ سے تو نہیں کہا۔ سنا ہے بعض رؤسا گئے بھی تھے ان سے ملاقات نہ کی۔ یہی کہلا بھیجا کہ بدھ کو ملئے۔ فرمایا کہ تمہارے واسطے نہیں اوروں کے لئے ہوگا۔

احمد بخش خاں نے کہا کہ نہیں حضرت یہ اہل فرنگ ہیں۔ ان کا قانون عام ہوتا ہے۔ جو سب کے لئے ہے وہی میرے ہوگا۔ فرمایا کہ بھلا تو جاؤ۔

تم ابھی جاؤ، دیکھو تو کیا ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا۔ بہت خوب جاؤں گا۔ فرمایا جاؤں گا نہیں اٹھئے ابھی جایئے۔ نواب نے کہا کہ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ضرور جاؤں گا۔ بگڑ کر بولے عرض ورض نہیں۔ بس شرط ہے کہ اسی وقت جایئے اور سیدھے وہیں جایئے گا۔

احمد بخش خاں بھی انداز دیکھ کر خاموش ہوئے۔ اور اٹھ کر چلے۔ انھوں نے فرمایا کہ وہیں جانا اور مجھے پریشان تو کیا ہے، ذرا پھرتے ہوئے ادھر ہی کو آنا۔ استاد کہتے تھے وہ تو گئے۔ مگر ان کو دیکھتا ہوں کہ چپ اور چہرہ پر اضطراب۔ کوئی دو گھڑی ہوئی تھی ابھی میں بیٹھا غزل بنا رہا ہوں کہ دیکھتا ہوں۔ نواب سامنے سے چلے آتے ہیں۔

خوش خوش، لبوں پر تبسم۔ آکر سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ انھوں نے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیوں صاحب؟ نواب بولے گیا تھا۔ وہ اطلاع ہوتے ہی خود نکل آئے اور پوچھا ہیں نواب اس وقت خلاف عادت؟ میں نے کہا بھئی میں نے سنا ہے تم نے حکم دیا ہے کہ جو ہم سے ملے بدھ کو لے۔ ابھی میں نے تقریر تمام بھی نہ کی تھی کہ وہ بولے۔

نہیں نہیں نواب صاحب! آپکے واسطے یہ حکم نہیں۔ آپ ان لوگوں میں نہیں ہیں۔ آپ جب وقت چاہیں چلے آئیں۔ میں نے کہا بھائی تم جانتے ہو ریاست کے جھگڑے۔ میں حقانی دیوانہ۔ کوئی بات کہنی ہے کوئی بات

سنی ہے بس میرے کام تو بند ہوئے ۔ بھائی میں تو رخصت کو آیا تھا فیروز پور چلا جاؤں گا اب یہاں رہ کر کیا کروں ؟ انھوں نے پھر وہی کلمات ادا کئے اور کہا .... ، دن رات حب جی چاہے ۔ میں نے کہا ۔ خیر تو خاطر جمع ہو گئی اب میں جاتا ہوں ۔ الٰہی بخش خاں مرحوم بھی شگفتہ ہو گئے اور کہا بس جائیے آرام کیجئے ۔

آزاد ۔ جو خدا کے لئے دنیا کو چھوڑ بیٹھتے ہیں خدا بھی انہیں نہیں چھوڑتا ۔

اس عبارت مندرجہ بالا سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو نواب احمد بخش خاں کے الٰہی بخش خاں بڑے بھائی تھے یا ان کی عظمت صوفی منش ہونے کی وجہ سے کرتے تھے ۔ گزٹ میں جو نام ترتیب کے ساتھ عارف جاں کے پسران کے تحریر ہیں ان کے چار بیٹوں کی ترتیب اگر دست راست سے دیکھی جائے تو سب سے پہلے الٰہی بخش خاں معروف کا نام آتا ہے بس یہ میرے قیاسات ہیں ۔ باقی گورنمنٹ گزٹ میں نواب احمد بخش خاں اور ان کی اولاد کا سلسلہ تحریر کیا ہے ۔ امراؤ بیگم کی ایک بہن بنیادی بیگم بھی تھیں ۔ اور ایک بھائی علی بخش خاں بھی تھے گویا معروف کی یہ تین اولادیں تھیں ۔ امراؤ بیگم کے بطن سے اولاد زندہ نہ رہی ۔

مرزا غالبؔ کی بابت کتاب "ذکر غالبؔ" کی تحریر سے جو انھوں

نے نواب علاؤالدین احمد خاں کے نام خط کا حوالہ دے کر جو تحریر کیا ہے اس خط پر ۱۸۶۳ء کی تاریخ ثبت ہے۔ گویا مرزا غالبؔ اکیاون برس پہلے ۱۸۱۲ء۔ ۱۸۱۳ء میں آگرہ سے دہلی چلے آئے تھے اور صحیح بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیوں کہ انھوں نے دوسری جگہ جو صاف لکھا ہے۔ کہ ملا عبدالصمد ۱۲۲۶ھ (۱۸۱۰ء یا ۱۸۱۱ء) میں وارد اکبر آباد ہوئے اور یہیں سے انہیں دو برس اپنے ہاں مہمان رکھا وہ ملا عبدالصمد کو آگرہ سے ساتھ لے کر دہلی آئے اور تکمیل تعلیم کے بعد انہیں یہیں سے ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۲ء یا ۱۸۱۳ء) میں رخصت کیا اگرچہ ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پھر بھی کبھی کبھی آگرہ جاتے رہے لیکن اس کے بعد ان کی مستقل سکونت دہلی ہی میں رہی۔

اس مضمون سے یہ نتیجہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غالبؔ کی سکونت دہلی میں نکاح کے دو سال بعد ہوئی۔ یعنی جب کہ مرزا غالبؔ پندرہ سال کے ہو گئے اور امراؤ بیگم تیرہ سال کی تھیں گویا بعد نکاح تو دیئے اس وقت ہوئی نکاح کے وقت جو عمر یں تحریر کی گئیں اسکی مناسبت سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ اس عبارت کا لب لباب صرف یہی تھا۔

امراؤ بیگم کی کوئی اولاد زندہ نہ رہی اور ان کی ہمشیرہ بنیادی بیگم جو نواب غلام حسین خاں مسرورؔ نبیرہ نواب قاسم خاں کی منکوحہ تھیں

ان سے زین العابدین خاں عارف اور حیدر حسن خاں پیدا ہوئے جن کا حال قاسم خانیوں کے سلسلہ میں لکھا جائے گا۔ علی بخش پسر الٰہی بخش خاں معروف کی شادی امانی خانم بنت چھوٹی خانم ہمشیرۂ مرزا غالب سے ہوئی اور اس کے بعد ان کے پسر غلام فخرالدین خاں کی شادی عزیزالنساء دختر مرزا یوسف برادر مرزا غالب سے ہوئی۔ ان کا شجرہ میں حسب ذیل تحریر کرتا ہوں تاکہ یہ رشتہ سمجھ میں آسکے۔

علی بخش خاں رنجور
زوجہ امانی خانم
بنت چھوٹی خانم
ہمشیرہ مرزا غالب

علی نواز خاں

امراؤ بیگم بنیادی بیگم زوجہ
زوجہ مرزا غالب غلام حسین خاں
لاولد (دیکھو سلسلہ نواب قاسم خانی)

علی حسین خاں

بیگم جہاں
محمد مرزا

غلام فخر الدین
عزیز النساء بیگم
دختر مرزا یوسف
برادر مرزا غالب

بسم اللہ بیگم
حیدری بیگم

اجو بیگم
قدیر الدین جج ہائی کورٹ پاکستان

وقار الدین

روشن آرا بیگم

نوشابہ بیگم
نکھو بیگم
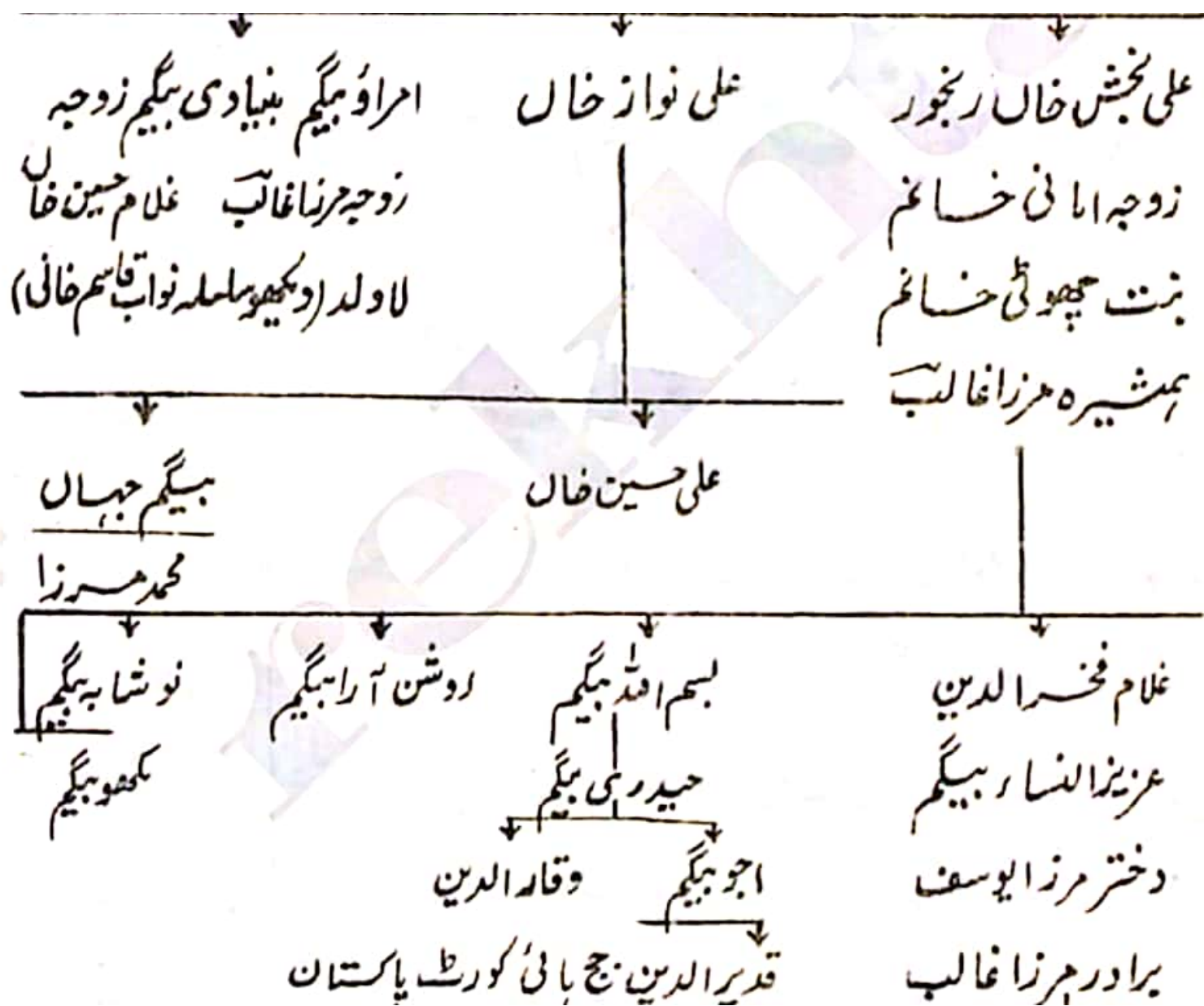
مطابق ورودِ ہند اسلافِ مرزا غالب

و

نواب قاسم جان

تاریخی نوعیت کے لحاظ سے میں اپنے کتاب کے موضوع سے کچھ مناسبت نہیں سمجھتا۔ لیکن اتنا حوالہ تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مستند طریقہ پر کلام اللہ میں جو کچھ درج ہے وہ یقینی ہے۔ کلام اللہ کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے۔ لیکن اظہار وحدانیت و رسالت اور ایک مکمل قانون انسان کی زندگانی کا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تشریح ہے۔ اس کے ضمن میں بنی نوع انسان کی تخلیق کا ذکر آجاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ...... اس دنیا میں تمام مخلوقات سے افزونتر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے انسانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اسی وقت سے شیطان لعین کی یہ دعا (جس کو درخواست کہا جاسکتا ہے) اس کی نافرمانی کے بعد بھی منظور فرمائی تھی کہ وہ آدم کی اولاد کو بہکائے اور اس نے یہ بھی

کہا تھا صالحین اس کے بہکانے میں نہیں آئیں گے ۔ گویا یہ مسئلہ طے ہوگیا کہ کون اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتا ہے اور کون شیطان کے کہنے پر چلتا ہے گویا لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ترجمہ اس کا یہی ہے کہ ہم تمہاری آزمائش کریں کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اس کی تفصیل قرآن مجید میں ہے ۔ لیکن یہاں اتنا تحریر کرنا ضروری ہے کہ نیکی بدی کے مظاہرے ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے ۔ تخلیق کے لحاظ سے نوح علیہ السلام کا طوفان ایک نیا باب کھولتا ہے جس کو دیگر کتب الٰہی بھی تسلیم کرتی ہیں کہ تمام نافرمان غرق ہو گئے حتیٰ کہ ایک بیٹا نوح علیہ السلام کا بھی جس کا نام رحمتہ اللعٰلمین میں یام بتلایا گیا ہے ۔ روضۃ الاصفیا ایک پرانی تاریخ ہے ۔ اس میں نوح علیہ السلام کے کئی بیٹے بتلائے گئے ہیں ۔ اور رحمتہ اللعٰلمین میں بھی نام درج ہیں دونوں کتابوں میں نام کا اختلاف ہے روضۃ الاصفیا میں سام، حام، یافث علیہم السلام کا ذکر ہے جو نوح علیہ السلام کے پسر ہیں ۔ یافث علیہ السلام کے (روضۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ ۱۰۷ میں) بارہ بیٹے تحریر کئے ہیں ۔

پشنگ کہ بادشاہ ترکستان بود چوں نوح علیہ السلام یافث را در پائے کوہ جودی رخصت داد کہ بجانب شمال و شرق کہ نامزد شدہ بود توجہ نمائند صفحہ ۲۳ ذکر یافث بن نوح علیہ السلام و نصوترہ

قبائل ترک کہ از نسل وے ظاہر شدند۔

(حجر المطر) یہ ایک پتھر تھا جو نوح علیہ السلام سے بطور کرامت لیا تھا جس سے بارش ہوتی تھی یافث علیہ سلام کی کنیت ابوالترک تھی۔

ترک بن یافث ولیعہد وا رشد اولاد بود۔ دراں نواحی سیر نمودہ بجائے رسید کہ آنرا سیلوک خوانند و آنجا دریائے مختصر و آب گرم و چشمہائے خوشگوار و مرغزار بے شمار بودہ ترک را۔ آں محل موافق طبع افتادہ، بہ اتباع رحل اقامت۔ درانجا انداخت وغیرہ وغیرہ

ترک کے چار بیٹے تھے۔ پانچ پشت کے بعد تاتار خاں اور مغول خاں کی سلطنت میں چنگیز خاں اور تیمور لنگ جو مشہور بادشاہ گزرے ہیں۔ جن کی بابت ایک کتاب "رؤس الامراء" میں تحریر ہے کہ یہ دونوں توام یعنی جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ مقصد تو اس تمام تحریر کا یہ ہے کہ مرزا غالب بھی اپنے شعر کے مطابق ترک تھے۔

شعر:۔

ترک زادیم و درنژاد ہمی

بہ سترگانِ قوم پیوندیم

گویا کہ وہ ترک نسل ہیں اور جو رشتہ ہم لوگوں سے یعنی خاندان لوہارو سے ہوا اس سے بھی انھوں نے ترک لکھا ہے اور یہ صحیح بھی ہے۔ اس

سے لئے کہ مغل کے اجداد بھی ترک تھے۔

ذکر غالب میں افراسیاب وغیرہ کا جو ذکر کیا ہے وہ ترک ہی کی نسا عیں ہیں۔ مرزا غالب کا شجرہ ترسم خاں سے شروع ہوتا ہے اور ان کے دادا قوقان خاں کی آمد سمرقند سے بہ زمانۂ میر منو یعنی نواب معین الملک صوبہ دار لاہور بتلائی جاتی ہے اور بحوالہ کتاب (فال آف دی مغل امپائر) انحطاط سلطنت مغلیہ مرتبہ سرجادو ناتھ سرکار کی دوسری جلد صفحہ ۲۵ میں تحریر ہے کہ نواب قاسم جان ترک بخارہ سے (بہ زمانہ نواب معین الملک صوبہ دار لاہور) لاہور آئے۔ نواب معین الملک کی صوبہ داری ۱۷۴۸ء مطابق ۱۱۶۱ھ کی ہے جو کتاب (پاسٹ پریزنٹ یعنی ماضی اور حال لاہور مرتبہ محمد باقر) میں تحریر ہے کہ محمد شاہ بادشاہ دہلی نے معین الملک کو جوان کے وزیر قمرالدین کے بیٹے تھے صوبیدار مقرر کیا تھا اور اسی سال محمد شاہ کا انتقال ہوا تھا اور ان کے پسر احمد شاہ المعروف بیدار بخت بادشاہ ہوئے جن کا زمانہ لفظی شہنشاہیت کا ہے جو زمانہ زوال کا تھا یہ زمانہ ۱۷۴۸ء سے شروع ہو کر ۱۷۵۴ء مطابق ۱۱۶۷ھ تک رہا اور انہیں کے زمانہ یعنی ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۶ھ میں میر منو کی وفات ہوئی۔ نواب قاسم جان کی آمد بخارہ سے بہ زمانۂ احمد شاہ وسط اٹھارویں صدی گزٹ میں تحریر ہے جس سے اس کی صحت ہو جاتی ہے کہ نواب قاسم جان

۱۷۵۰ء میں لاہور آئے بس گویا اس کے لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ قوقان خاں کا زمانہ آمد لاہور اور نواب قاسم جان کا زمانہ آمد لاہور ایک ہی تھا۔ قوقان خاں کی آمد لاہور کے بعد ان کا ذکر غالب ہیں) شاہ عالم کے پاس آنا اور ملازم ہونا تحریر ہے اور وہ ۱۷۵۹ء کا زمانہ تھا۔

شجرۂ اول نواب الٰہی بخش خاں معروف

اور

اس کا مختصر حال

نواب الٰہی بخش خاں معروف اور نواب احمد بخش خاں اور نبی بخش خاں اور محمد علی خاں یہ سب برادرِ حقیقی تھے۔ اور ان کی ایک ہمشیرہ بھی تھیں جو مرزا نصر اللہ بیگ سے منسوب تھیں اور دوسری ہمشیرہ کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ نواب علی بخش خاں پسر نواب قاسم جان سے منسوب ہوئیں لیکن میں اس بارے میں محققانہ کچھ نہیں کہہ سکتا یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ مرزا غالب کے خاندان کے رشتہ کی خاندان لوہارو سے مرزا نصر اللہ خاں بیگ عم غالب سے ابتدا ہوتی ہے اس کے بعد مرزا نصر اللہ بیگ ہی کے رشتہ کے باعث مرزا غالب کا رشتہ بوجۂ مناکحت امراؤ بیگم دختر نواب الٰہی بخش خاں معروف ہوا۔ گویا نواب احمد بخش خاں کی حقیقی بھتیجی سے۔ اب الٰہی بخش خاں کے پسر

علی بخش خاں رنجور کی شادی مرزا غالب کی حقیقی بھانجی سے ہوئی۔ جن سے غلام فخر الدین خاں پیدا ہوئے۔ اور ان کا رشتہ عزیز النساء بیگم دختر مرزا یوسف برادر حقیقی مرزا غالب سے ہوا جن کے بیٹے سعید محمد خاں تھے اور ان کے بیٹے نصر اللہ بیگ وغیرہ اور پھر غلام فخر الدین کی اولاد حیدر آباد دکن میں چلی گئی اور ان کی بہنوں وغیرہ کے رشتے حیدر آباد میں ہی ہوئے۔ اب یہ تمام الٰہی بخش خاں کی شاخ خاندان لوہارو سے وابستہ ہے۔ اس میں ایک معمہ پیدا ہو گیا وہ یہ ہے کہ نواب غلام حسین خاں نبیرہ نواب قاسم خاں کی شادی الٰہی بخش خاں کی دوسری دختر بنیادی بیگم سے ہوئی جو مرزا غالب کی سالی ہوئیں۔ بس ان کا رجحان محبت بوجہ لاولدی اولا بنیادی سے ایسا والہانہ ہوا کہ انھوں نے زین العابدین خاں عارف کو اپنا بیٹا بنا لیا اور افسوس ہے کہ ان کی جواں عمری ہی میں موت ہوئی جس کا مرزا غالب کو بہت صدمہ ہوا۔ ان کی عارف کی وفات پر انھوں نے ایک مرثیہ لکھا جو میرے زمانۂ تعلیم یعنی ۱۹۰۰ء میں کورس میں شامل تھا اس کا ایک شعر مجھے ابھی تک یاد ہے۔ ؎

ہاں اے فلک پیر جواں تھا ابھی عارف

کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کچھ دنوں اور

اور اشعار مجھے یاد نہیں۔

بقول نامی اماں معظم زمانی بیگم صاحبہ مرثیہ مرزا غالب جنازہ کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور لوگوں کو رلاتے تھے

عارف کا ذکر آ گے آ جائے گا مغالطہ یہ ہو جاتا ہے کہ باہمی رشتوں کی وجہ سے ان کو بھی نواب لوہارو کے خاندان میں شمار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ قاسم خانیوں میں سے ہیں۔ عارف خانیوں میں سے نہیں ان کے تفصیلی حالات قاسم خانیوں کے شجرہ میں تحریر کروں گا۔ جد مکرم جناب علاؤ الدین احمد خاں کے خط مورخہ ۱۲ر جولائی ۱۸۶۳ء میں نواب الٰہی بخش خاں کو مغفور تحریر کیا ہے گویا اس سے پہلے وہ فوت ہو چکے تھے۔

شجرہ نمبر ۲

مرزا غالب کے خاندان سے رشتہ کے بانی مبانی نواب احمد بخش خاں ہیں اور ان کے تعلقات و یگانگت کے باعث اپنی بہن کا رشتہ نصر اللہ بیگ سے کرایا اور اسی وجہ سے گورنمنٹ سے معاہدہ جو ۱۸۰۶ء میں ہوا اس کی رو سے وظیفہ مرزا نصر اللہ بیگ خاں کے دینے کا اور نیز خواجہ حاجی کو وظیفہ دینے کا نواب احمد بخش خاں کو پابند کیا گیا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۰۶ء میں نصر اللہ بیگ کا انتقال ہو چکا تھا اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ وہ اس وظیفہ کی ادائیگی کے اس لئے پابند کئے گئے تھے کہ پچیس ہزار روپے سالانہ جو حکومت برطانیہ کو دیتے تھے وہ معاف کئے گئے۔ نواب احمد بخش خاں کو خود مختار اور فرمانروا حکومت برطانیہ کی طرف سے ماننے کے بعد یہ بات بالکل متضاد ہے۔

نواب شمس الدین احمد خاں اپنے والد کی وفات ۱۸۲۷ء کے بعد ان کے جانشین ہوئے جب کہ ان کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی اور

ان کے برادر علاقی نواب امین الدین احمد خاں جو ۱۸۱۴ء میں پیدا ہوئے تھے ان کی عمر تیرہ سال کی تھی اور ان کے حقیقی بھائی نواب ضیاء الدین احمد خاں جو ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے تھے صرف سات سال کے تھے۔

نواب شمس الدین احمد خاں کی مسند نشینی کے بعد ریاست لوہارو پر نزاع پیدا ہوا کہ وہ لوہارو کو ایک جداگانہ ریاست بحق نواب امین الدین احمد خاں تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ سر ولیم فریزر نے اس معاملہ پر نواب امین الدین احمد خاں کی پشت پناہی کی اور ان کی ہدایت اور سفارش کے تحت وہ کلکتہ گئے۔ اسی بنا پر جیسا کہ گزٹ میں تحریر ہے کہ نواب امین الدین احمد کی رفاقت اور نواب شمس الدین احمد خاں کی مخالفت پر مسٹر ولیم کو نواب شمس الدین احمد خاں نے قتل کرا دیا جس کی وجہ سے وہ مصلوب ہوئے۔ اصل حالات "قتل فریزر" کتاب میں تحریر کر چکا ہوں کہ انیا نامی میو گواہ سلطانی بنا اور کریم خاں میو اصل قاتل اور نواب شمس الدین احمد خاں بوجہ اعانت قتل یہ دونوں مصلوب ہوئے یہ حیلہ جو حکومت کے معاہدات کے خلاف تھا۔ پرگنہ فیروزپور جھرکہ ضبط کیا گیا اور لوہارو کا فرمانروا نواب امین الدین احمد خاں کو تسلیم کیا گیا۔ اور بتدریج اعزازات وخطابات میں اضافہ ہوتا رہا

جیسا کہ گزٹ میں تحریر ہے۔

نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب نے تین فرمانروا دیکھے یعنی اپنے بھائی امین الدین احمد خاں اپنے بھتیجے نواب علاؤ الدین احمد خاں اور اپنے پوتے نواب سر امیر الدین احمد خاں کو اور ان تینوں کے عہد حکومت میں ریاست کا تقاسمہ چاہا۔ لیکن ناکامیاب رہے۔ نواب امیر الدین احمد خاں کا مرزا غالب بہت احترام کرتے تھے اور بھائی کے لقب سے خطاب کرتے تھے۔ ایک ہی سال میں مرزا غالب اور نواب امین احمد خاں کا انتقال ہوا۔

نواب ضیاء الدین احمد خاں اور نواب علاء الدین احمد خاں دونوں مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ نواب ضیاء الدین احمد خاں کی فارسی قابلیت لاثانی تھی اور علم تفسیر و حدیث جناب مولوی کریم اللہ صاحب شاگرد رشید شاہ عبدالقادر صاحب سے اور ادب و فقہ جناب مفتی صدر الدین خاں صاحب آزردہ سے اور منطق و فلسفہ حضرت جناب مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہم سے سبقاً سبقاً حاصل کیا اور زبان فارسی برادر نامدار نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خاں غالب عرف مرزا نوشہ بہادر مرحوم سے کبھی

ان کے خطوط اکثر فارسی کے ہوتے تھے اور ایک خط "دستنبوۃ" میں
موجود ہے جو بحالت قیام آگرہ نواب ضیاء الدین احمد خاں کو مرزا
غالب نے تحریر کیا عجیب پر لطف ہے اور قابلیت فارسی کا آئینہ دار۔
نواب علاؤ الدین احمد خاں کی قابلیت علمی بھی کچھ کم نہ تھی۔ وہ
علاوہ فارسی اور عربی اور اردو کے ترکی زبان سے خوب واقف
تھے۔ اور زمانہ کا رنگ دیکھتے ہوئے وہ انگریزی بھی تحریر کرتے تھے
یہ بات تاریخی حیثیت رکھتی ہے کہ نواب شہاب الدین احمد خاں ثاقب
پسر نواب ضیاء الدین احمد خاں کا نکاح سکندر جہاں بیگم نواسی نواب
شمس الدین احمد خاں سے ہوا۔ نواب امین الدین احمد خاں باوجود
مدعو کرنے کے نہیں آئے جب کہ ثاقب نوشہ بنے بیٹھے ہوئے تھے اور
ان کے نہ آنے پر نواب ضیاء الدین احمد خاں نے یہ شعر جامی علیہ
الرحمتہ کا پڑھا جو میں نے اپنے عم مکرم الحاج نوابزادہ ضمیر مرزا صاحب
سے سنا تھا۔ شعر ؎

دوستاں زار بگریہ کہ برفتم ناکام

دشمناں زہر بخندند کہ نالاں رفتم

نواب امین الدین احمد خاں کو چونکہ نواب شمس الدین احمد
خاں سے اذیت پہنچی تھی اس لئے وہ اس رشتہ کے خلاف تھے۔ یہ

چچا بھتیجے یعنی نواب ضیاء الدین احمد خاں اور نواب علاؤ الدین احمد خاں مرزا غالبؔ کی قابلیت فارسی اور اردو کے جو مثل شمع تھی اسکے یہ دونوں پروانے تھے نواب احمد سعید طالبؔ نے نیر رخشاں موسومہ کتاب طبع کرائی جس میں نیرؔ کا فارسی کلام موجود ہے۔

نواب علاؤ الدین احمد خاں نے شرح حدیقہ پر ایک نظم ماہ اگست ۱۸۶۲ء میں تحریر کی تھی اس کو بطور نمونہ پیش کرتا ہوں جو جد مکرم کے اعتقاد سے وابستہ ہے۔

الحمد للہ ربی الاعلےٰ
اشکر اللہ حسبی المولےٰ

گفتہ شد سر و نکتہ توحید
نطق و جاں یافت دولت تجید

خامہ از سجدہ ریختن پرداخت
در رہ لغت قامتش خم ساخت

از احد تا احمد اے ناداں
نیست راہ ورا ز ترجیداں

فتدلّٰی سرلیست زرتبت او
قاب قوسین رمی زقربت او

گر بالا شوی بدیں پایہ
احمدت بخشد از احد مایہ

چہل پایہ بشوق بشتابی
اندر احمد احد ہمی یابی

اے علائیؔ چو از احد گفتی
دُرِّ معنی بشرح در سفتی

گفتہ آید کنوں ز نعت نبی
سرور انبیا خلیل و خفی

جان و عالم فدائے نامش باد
صرف وقتم بہ اہتمامش باد

بداہت فی البدیہہ ۱۷ اگست ۱۹۸۲ء

رباعی از علائیؔ

صدرہ بہ خطا ز مرد معذوری بہ
صدرہ بہ عیوب دوست مستوری بہ

فتوے کہ ز پیرِ دل گرفتم اینست
قربے کہ بہ عادل نہ بود دوری بہ

مورخہ ۵ رمئی ۱۸۶۶ء میں نواب علاؤالدین احمد خاں نے ایک جلسہ عام دہلی میں ایک نظم پڑھی جس کے چند اشعار تحریر کرتا ہوں ۔

ہاں دل، نغمہ سنج زمزمہ ساز
کیوں نہ کھولے درِ خزینہ راز

بارے کچھ اردو کا بیاں ہو جائے
خامۂ طوطی خوش زباں ہو جائے

ہے درِ درجِ بیاں اردو
زیورِ شاہدِ زباں اردو

ہے زباں ایک اور چار مزے
اس کی ہر بات میں ہزار مزے

لاکھ عالی ہو ہم سے شانِ فلک
ایسی ستھری کہاں زبانِ فلک

ہم بنے خاص اس زباں کے لئے
نہ بنے یہ زباں جہاں کے لئے

نواب علاؤالدین احمد خاں کی علمی قابلیت کا ایک علمی لطیفہ بھی قابل تعریف ہے کہ ایک مرتبہ ایجیسن گورنر پنجاب سے ملاقات

کے لئے گئے جو اردو زبان اور فارسی زبان سے خوب واقف تھا۔ وہاں نواب محمد حیات خاں بھی موجود تھے جو کرم کو مخاطب کرکے اور نواب محمد حیات خاں کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ آپ نواب صاحب کو جانتے ہیں؟ دادا جان نے کہا "جی ہاں آپ وا ہی ہیں، نواب محمد حیات خاں کا چہرہ متغیر ہوگیا اور گورنر کا چہرہ منتجر، مکرر کہا کہ میں آپ کی نسبت کہہ رہا ہوں نواب محمد حیات خاں کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ گورنر سے کہا کہ آپ پوچھیئے کہ یہ کہاں کے رہنے والے ہیں یعنی ان کا وطن کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں واہ کا رہنے والا ہوں۔ دادا جان بولے کہ میں نے پائے نسبتی تو لگائی ہے۔ پھر اسی زمانہ میں جب کہ جمنا کا پل نہ تھا۔ نواب علائی ایچیسن صاحب کو رخصت کرنے کے لئے گئے جب کہ وہ کشتی میں سوار ہو گئے اور نواب علائی ساحل پر تھے تو دادا جان نے یہ شعر پڑھا ؎

خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما

باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

ایچیسن نے یہ سن کر دیوان حافظ کا یہ شعر پڑھا۔ کیا ہی برجستہ تھا ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابی چنیں ہائل

کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

پرموزونیت اور قابلیت اس قوم ہند کے ان افراد کے لئے تازیانہ عبرت ہے جو اپنی تنگ نظری اور تعصب کی بنا پر اردو زبان کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑے ہیں جس کی بنیاد ابتداءً حضرت میر خسروؒ نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے رکھی اور کتاب موسومہ "خالق باری" اس بات کی سند ہے جو ہم کو مدرسہ میں پڑھائی جاتی تھی۔ نواب علاؤ الدین خاں کے بعد عم مکرم نواب سر امیر الدین احمد خاں بزمانہ طفولیت دادا غالب کے پاس جایا کرتے تھے اگرچہ ان کا ایک ہی رقعہ اردوئے معلیٰ میں طبع ہوا ہے۔ لیکن اور بھی تحریرات غیر مطبوعہ لوہارو میں تھیں۔ جو کچھ تو بے التفاتی کی وجہ سے اور کچھ ۱۹۴۷ء کی دار و گیر کے باعث معدوم ہو گئیں انکا کلام اب بھی اگر ان کے روز نامچہ ہائے کو دیکھا جائے تو ضرور مل جائے گا۔

یہ تمام روز نامچہ ہائے نواب شہر یار سلمہ اللہ تعالےٰ کے پاس موجود ہیں اور وہ سب فارسی زبان میں ہیں وہ اپنا تخلص فرخی نام سے کرتے تھے ان کے پسر ہز ہائینس اعز الدین احمد خاں اعظم مرزا کا بھی دیوان موجود ہے جو اپنا تخلص اعظم کرتے تھے۔ ہز ہائینس نواب امین الدین احمد خاں ثانی المتخلص شہر یار مرزا کی بھی طبیعت بہت اچھی ہے انھوں نے ایک بہت اچھی نظم تحریر کی ہے۔ انھوں نے نواب شمس الدین احمد خاں کا یہ واقعہ کہ جب نواب شمس الدین احمد خاں پھانسی کے لئے پالکی میں جارہے تھے

تو ایک کسیر و دا الا راستہ میں ملا ۔ منظوم کیا ہے جو نواب شمس الدین
احمد خاں مرحوم کی طمانیت قلبی اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر سر نگوں ہونے
کی دلیل ہے۔

شجرہ نمبر ۲ میں یعنی خاندان لوہارو کے شجرہ میں زیادہ تعلق
اوّل ترین نواب احمد بخش خاں ہے۔ اس کے بعد نواب الٰہی بخش خاں
معروف سے جو مرزا غالب کے خسر تھے ان کا ذکر شجرہ اوّل میں کر دیا ہے
اور یہی خاندان میں سب سے پہلے شاعر تھے ان سے پہلے کوئی شاعر نہیں
ہوا۔ نواب امین الدین خاں اور نواب ضیاء الدین خاں نیز نواب
شمس الدین احمد خاں اور ان کے بھائی نواب ابراہیم علی خاں، ان
چاروں کے مرزا نصر اللہ بیگ خاں بھوپھا ہوتے تھے۔ امراؤ بیگم کے
رشتہ کے باعث مرزا غالب نواب امین الدین احمد خاں اور نواب
ضیاء الدین احمد خاں وغیرہ کے بہنوئی ہوتے تھے کیونکہ امراؤ بیگم ان کی
حقیقی چچا زاد بہن تھیں اور وہ رقعات میں بھی ان کو لفظ بھائی سے خطاب
کرتے تھے۔ ضیاء الدین احمد خاں کو چونکہ وہ عمر میں چھوٹے تھے اس لیئے
وہ مساویانہ خط و کتابت کیا کرتے تھے اس کی قابلیت علمی کے وہ معترف تھے۔

اورحقیقتاً اس زمانہ میں دولت مندی اور ثروت کے ساتھ اتنا علم رکھنا جیسا کہ نواب ضیاء الدین احمد خاں کو تھا بہت ہی کم ہوتا ہے ان کا شغف بھی یہی تھا ۔

مرزا غالب مذہبی لحاظ سے آزاد مشرب رکھتے تھے ۔ تفریق مذہبی سے ان کو نفرت تھی ۔ ان کی یہ صفت خدا داد شہرۂ آفاق ہوگئی ایک طرف وہ امامت کی نامزدگی کے قائل تھے اور اس کے برعکس میاں نصیر الدین صاحب عرف کالے صاحب کے ہاتھ پر بیعت کئے ہوئے تھے جو حنفی المذہب تھے ۔ ان کی وفات پر تجہیز و تکفین احناف کے اصول پر ہوئی جس کا باعث نواب ضیاء الدین احمد خاں تھے اللہ بڑا نکتہ نواز ہے اس کی مشیت میں کسی کو دخل نہیں اور اس کا فرمان بصورت آئت کلام اللہ ۔ یدخل من یشاء فی رحمتہ بڑا حوصلہ افزا ہے کہ امید ہے کہ اس نے وہ اپنی رحمت بے پایاں سے مرزا غالب مرحوم کی مغفرت فرما دی ہوگی کیونکہ وہ اپنے آپ کو خاطی ہمیشہ تسلیم کرتے رہے

شجرہ نمبر ۳ قاسم خانیوں سے وابستہ ہے۔ مرزا غالب کا رجحان طبع اور التفات بنیادی بیگم صاحبہ نواب غلام حسین خاں بنیرہ نواب قاسم خاں کی اولاد سے ایسا تھا کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

زین العابدین خاں عارف کو واقعی مثل اپنے بیٹے کا چاہا اور ان سے محبت کری اور ان کی وفات پر اپنے داغ غم کو مٹانے کے لئے ان کے دونوں پسران نانا باقر علی خاں کامل مرحوم اور حسین علی خاں شاداں کی ایسی ناز برداری کری جیسا کہ کوئی اپنی حقیقی اولاد کی کرتا ہے۔ میری نانی معظم زمانی بیگم صاحبہ کو بہو کے نام سے خطاب کرتے تھے۔ اس گھرانے سے ایسی وابستگی تھی کہ کوئی تمیز نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ان کی اولاد ہے یا ان کی سالی اور اس سے بڑھ کر کیا ثبوت محبت ہو سکتا ہے کہ روح پرواز ہونے

سے پہلے اگر کسی کو یاد کیا تو میری بڑی خالہ صاحبہ محمد سلطان بیگم (جن کا نام انھوں نے جیون بیگ رکھا تھا) کو یاد کیا۔ کہا جیون بیگ کو بلادو۔ جب یہ اطلاع نانی اماں صاحبہ کے پاس پہنچی تو انھوں نے کہا وہ سو رہی ہے۔ بیدار ہونے پر بھیج دوں گی اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اب بآسانی ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ مرزا غالب خاندان لوہارو اور خاندان قاسم خانی کے جزء ولاینفک تھے۔

شجرہ نمبر ۴ نبی بخش خاں کے متعلق ہے اس کی تشریح شجرہ کے نیچے کردی گئی ہے۔

شجرہ نمبر ۵ مرزا غالب کے متعلق ہے اس کی تفصیل بھی شجرہ کے نیچے کردی گئی ہے۔

ضروری امور رشتہ داری مرزا نصر اللہ بیگ خاں اور مرزا غالب مرحوم تحریر کردیئے گئے ہیں تاکہ مرزا غالب کے تحسین کنندگان اور قارئین کرام کو یہ علم ہوجائے کہ عارف خانیوں سے جس کے سلسلہ میں خاندان نیا لوہارو ہے حقیقی رشتہ تھا اور قائم خانیوں کا رشتہ انکی سالی بنیادی بیگم کے ذریعہ تھا جو نواب غلام حسین خاں محو کو بیاہی گئی تھیں اس سے زین العابدین خاں عارف پیدا ہوئے جنکو مرزا غالب نے متبنیٰ بنایا اور انکی اولاد کو اپنے گھر کا فرد سمجھا

آج ۲۹ دسمبر ۱۹۶۸ء مطابق ۸ شوال ۱۳۸۸ھ بروز یکشنبہ اس مضمون کو ختم کیا۔

تتمہ کتاب موسومہ

اصہار الغالب

میں راقم کتاب متذکرہ اپنی معذوری کا حوالہ تحریر کر اچکا ہوں کہ ضعف بصارت کے باعث میں نے یہ کتاب تحریر کرائی اور نظر ثانی بھی نہ کر سکا کچھ جزوی امور تحریر ہونے سے رہ گئے جواب میں خود اپنے قلم سے مشکل سے تحریر کر رہا ہوں

مرزا غالب کی آخری زندگی

دادا غالب مرحوم پہلے کہاں کہاں مقیم رہے وہ تو مجھ کو صحیح طور پر یاد نہ رہا۔ لیکن ان کا آخری حصہ عمر اس مکان میں گذرا جہاں سے گلی قاسم جان شروع ہوتی ہے جس کے شمال کی طرف اب ہندوستانی دواخانہ اور جانب جنوب حکیم شریف خاں کی تعمیر شدہ مسجد ہے جواب پھر تعمیر ہوگئی بالکل اس مسجد کے مغرب میں مکان بصورت بالاخانہ تھا. جہاں دادا غالب مرحوم اقامت گزیں تھے اس بالاخانہ میں جانب شمال

ایک چھجہ ایسا تھا کہ جہاں موسم گرما میں مرحوم گاؤ تکیہ لگائے قبلہ رخ ٹکٹکی لگائے ہوئے جیون بیگ کے انتظار میں رہتے تھے۔ کیوں کہ انکے سامنے دروازہ کلاں عارف خاں جن کو عارف جان گوشہ میں تحریر کیا ہے۔ ان کا نقارخانہ تھا اور اسی دروازہ میں وہ عارف خاں کا دیوان خانہ، نواب ضیاء الدین احمد خاں نے اپنی محل سرائے میں تبدیل کر دیا جس میں ان کی بیگم معروف حاجی بیگم جن کا اصل نام امتیاز زمانی بیگم تھا اور ان کی دختر راقم کی نانی اماں صاحبہ معظم زمانی بیگم عرف بگا بیگم صاحبہ زوجہ مرزا باقر علی خاں کامل پسر زین العابدین خاں عارف مع اپنی دختر محمد سلطان بیگم عرف چندو بیگم اور بقول دادا غالب جیون بیگ کے رہتی تھی۔ دادا غالب کو عارف اور ان کی اولاد سے والہانہ محبت تھی اور سب سے آخری حصہ عمر میں وہ محمد سلطان بیگم کو بہت ہی چاہتے تھے۔ جیسا کہ میں تحریر کر چکا ہوں کہ رحلت سے پہلے اگر کوئی بات مرحوم نے کہی تو وہ یہی تھا کہ جیون بیگ کو بلا دو۔ یہ شرفاء دہلی کا عام طریقہ تھا کہ مردانہ مکان دیوان خانہ اور زنان خانہ یعنی محل سرائے دو جداگانہ مکان ہوتے تھے۔ اور ایک ہی مکان میں مردانہ اور زنانہ ہو یہ معیوب متصور ہوتا تھا۔ بالکل اسی دیوان خانہ کے مقابل جہاں اب ہندوستانی دواخانہ ہے دادا غالب کی بیگم صاحبہ رہتی تھیں اور یہ گویا انکی محلسرائے

تھی۔ یہ حکیم محمود خاں کی ملکیت تھی اور انکی اہلیہ اور امراؤ بیگم صاحبہ کا بنایا تھا۔ یعنی دو پٹہ بدل بہنیں تھیں اس وجہ سے کرایہ ان سے نہیں لیا جاتا تھا یہ بات میں نے اپنے گھر میں سنی۔ اس کے علاوہ بڑی خالہ اماں صاحبہ یعنی محمد سلطان بیگم نے مجھے یہ بھی کہا کہ اس محل سرائے میں ایک بیری کا درخت تھا جس کے بیر کھاتی تھی۔

دادا غالبؔ مرحوم محلسرائے میں جاکر کھانا کھاتے تھے اور ان کی غذا میں ان کو شامی کباب مرغوب تھے جو لازماً تقریباً روزانہ ہوتے تھے۔

ان کا لباس گرمیوں میں تو بہی ایک برلے کا پاجامہ اور ململ کا کرتہ ہوتا تھا۔ اور موسم سرما میں وہ روئی کی نیم آستین صدری پہنا کرتے تھے۔ گرمیوں میں کرتہ پر خفتان پہنا کرتے تھے۔ یہ ایک خاص قسم کا لباس ترکوں کا تھا۔ نیم آستین سینہ کشادہ بشکل چغہ ہوتا تھا اور لمبائی میں نصف ران تک ہوتا تھا اسی خفتان کو وہ موسم سرما میں جب کہ باناتی قبا پہنتے تھے تو اس پر یہ خفتان بھی مخمل یا بانات کا بس دار پہنتے تھے یا چغہ پاجامہ موسم سرما میں بانات کا سیدھا ہوتا تھا۔ چوڑی دار پائجامہ محبوب تھا۔ ٹوپی دادا غالبؔ کی اپنی اختراع کی تھی۔ نہ تو وہ دو باکی تھی نہ ہشت پہلو۔ نہ چار گوشی بلکہ دو پہلو میں سے ایک

اور حصہ چھوڑ کر اس کو بلند کر دیا تھا جس کو وہ کلاہ یا یاخ کہتے تھے طبیعت
کے لحاظ سے مرنج مرنجان تھے اور بہت خوشگو، مذاق میں بھی وہ ایسی بات
کہتے تھے جو علم سے تعلق رکھتی تھی۔ مثلاً ایک صاحب جوان کے دوست
تھے ان کا تکیہ کلام خالق باری کتاب کے ایک شعر کا ایک مصرعہ تھا۔
جو کوئی آتا تو وہ کہتے۔ "بیا برادر آؤ رے بھائی" چنانچہ انھوں نے
غالب مرحوم کا بھی استقبال اسی مصرعہ سے کیا۔ اور ان کے تھوڑی دیر
بعد ایک طوائف آگئی تو غالب مرحوم نے تبسم کے ساتھ کہا کہ حضرت
اب دوسرا مصرعہ "بنشین مادر بیٹھ ری مائی" بھی کہہ دیجئے
وہ اس پر محجوب ہوئے۔ نواب صاحب رامپور جب کہ غالب مرحوم رامپور
گئے تھے۔ نواب سے جب وہ ہمکلام ہو چکے تو نواب مشتاق علی خاں صاحب
جاتے وقت غالب مرحوم کی طرف مخاطب ہو کر بولے۔ مرزا صاحب
خدا حافظ ۔ تو غالب مرحوم نے کہا کہ حضرت خدا نے تو آپکے سپرد
کیا اور آپ نے خدا کے سپرد کر دیا۔ ایسی بہت سی باتیں مرحوم کی بخشیں
مذہب سے متعلق جہاں وہ امامت کی نامزدگی بحق حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کا عقیدہ رکھتے تھے تو ساتھ ہی ساتھ وہ میاں نصیر الدین صاحب
عرف کالے صاحب کے ہاتھ پر بیعت کئے ہوئے تھے جو اثنا عشری
کے عقیدے کے خلاف یا متضاد ہے۔

یہی وہ میاں کالے صاحب یعنی نصیر الدین صاحب تھے۔ جن کے
نام سے اب احاطہ کالے صاحب گلی قاسم جان میں مشہور ہو گیا ہے۔ یہ دراصل
نواب قاسم خان کی محل سرائے تھی جو منتقل ہونے کے بعد غالب مرحوم
کی سالی بنیادی بیگم صاحبہ کی ملکیت اس کے شوہر غلام حسین خاں محو نبیرہ
غالب کی وجہ سے آ گئی تھی۔ یہ میں نے سنا ہے کہ یہ عمارت جو حقیقتاً محلسرائے
نواب قاسم خان تھی بوجہ مناکحت بنیادی بیگم صاحبہ اہلیہ نواب غلام حسین خاں
محو نبیرہ نواب قاسم خاں کے تصرف میں آ گئی۔ ان کی حقیقی چچازاد ہمشیرہ ماہ رخ
بیگم دختر نواب احمد بخش خاں کا نکاح حیدر حسن خانصاحب سے ہوا تھا۔ جو
زین العابدین خاں عارف کے حقیقی بھائی تھے۔ ماہ رخ بیگم اگرچہ رشتہ میں
حیدر حسن خانصاحب کی خالہ ہوتی تھیں حقیقی خالہ نہ تھیں وہ بنیادی بیگم
صاحبہ کی اطاعت کما حقہ نہیں کرتی تھیں۔ عارف جو دادا غالب مرحوم
کے متبنّیٰ تھے۔ ان کا انتقال اپریل ۱۸۵۲ء مطابق جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ
بعمر ۳۰ سال ہوا۔ بنیادی بیگم صاحبہ اپنی ناراضگی کے باعث جو ماہ رخ بیگم
متذکرہ بالا سے تھی یہ محلسرائے جو بعد میں حویلی میاں کالے صاحب اور اب
احاطہ میاں کالے صاحب کے نام سے گلی قاسم جان میں مشہور ہے بلا معاوضہ
بنیادی بیگم صاحبہ نے میاں کالے صاحب کو دیدی صحیح تاریخ معلوم نہ ہو سکے
گی لیکن یہ بات صحیح ہے کہ میاں کالے صاحب کا انتقال نواب ضیاء الدین

احمد خاں نیر رخشاں کی حیات میں ہوا جب کہ ۱۸۶۹ء اولاً مرزا غالب مرحوم ماہ فروری ۱۵ تاریخ کو اور اپریل ۱۸۶۹ء میں نواب شہاب الدین احمد خاں ثاقب انتقال کر چکے تھے۔ اور اسی سال تیس دسمبر کو راقم کے پردادا نواب امین الدین احمد خاں والئی لوہارو کا انتقال ہوا۔ گویا مرزا غالب کے سال وفات میں دو ان کے اور عزیز سسرالی رشتہ کے فوت ہو گئے میاں کالے صاحب کے انتقال کے بعد جب یہ احاطہ کالے صاحب دس ہزار میں نیلام بوجہ تنازعہ تقاسمہ ترکہ ورثا ہوا۔ اس وقت نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب نیر رخشاں نے کسی ترغیب دہندہ کے کہنے پر کہ آپ اس کو خرید لیں جواب دیا کہ کس کے لئے خریدوں وہ اپنے پسر کلاں کی وفات کے بعد یہ امید نہیں کر سکتے تھے کہ یہ کل املاک ان کی ان کے پسر دوم نواب سعید الدین احمد خاں عرف نواب احمد سعید خاں طالب قائم رکھ سکیں گے۔ مرزا غالب کی وفات کے بعد دو اور ہستیاں یعنی نیر رخشاں جن کا انتقال ۵ ماہ جون ۱۸۸۵ مطابق ۱۳۰۲ ہجری ۲۳ رمضان المبارک ہوا۔ اور نواب علاؤ الدین احمد خاں علائی فرمانروائے ریاست لوہارو جن کا انتقال ہوا۔ جد مکرم نواب علاؤ الدین احمد خاں نیر بانہ ولیعہدی ریاست لوہارو اپنے ذوق اور شوق علم کے باعث دادا غالب مرحوم سے بے انتہا اختلاف رکھتے تھے اور عم مکرم نواب سر امیر الدین احمد خاں بھی اپنے

والد کے ہمراہ جایا کرتے تھے۔ دادا غالبؔ مرحوم کا آخری زمانہ اس مکان
میں گذرا۔ جو گلی قاسم جان کے شروع ہونے پر حکیم شریف خاں کی مسجد جو
اب بھی موجود ہے اس کے مغرب میں تھا۔ یہ عمارت اب تبدیل شدہ حیثیت
سے اب تک موجود ہے۔ اس وقت بھی بالاخانہ اور شمال رویہ چھجا تھا۔ جہاں
مرزا غالبؔ تکیہ لگائے ہوئے ٹکٹکی لگائے جانب مغرب عارف خاں کے
تعمیر کردہ دروازہ کلاں کو جو اس وقت نقار خانہ کے نام سے مشہور تھا
بیٹھے رہتے تھے اس لئے کہ اسی دروازہ میں داخل ہونے کے اندر کی طرف
وہ مکان جو اب بھی محلسرائے کے نام سے مشہور ہے تھا یہ مکان مرزا
غالبؔ کی محبت اور محبت بھی والہانہ کا گہوارہ اسلئے تھا کہ اس محل
سرائے میں جو نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر رخشاں کی اہلیہ، حاجی بیگم
صاحبہ جن کا نام امتیاز زمانی بیگم تھا اقامت گزیں تھیں ان کی دختر
معظم زمانی بیگم عرف جگا بیگم صاحبہ عارف کی بہو مرزا باقر علی خاں
کی اہلیہ رہتی تھیں اور انہی کی صاحبزادی محمد سلطان بیگم صاحبہ عرف جندو
بیگم جن کو مرزا غالبؔ جیون بیگ کے نام سے پکارتے تھے وہ اس دروازے
سے ایک بالو پر سوار ہو کر مرزا غالبؔ کے پاس جایا کرتی تھیں۔ ان کو یعنی
مرزا غالبؔ کو بہت محبت تھی۔ مرزا غالبؔ کا مکان دیوان خانہ سے
اس زمانہ میں موسوم تھا۔ اور اس کے بالمقابل جہاں اب ہندوستانی

دوا خانہ ہے یہ امراؤ بیگم کی سکونت کی جگہ تھی گویا مرزا صاحب محلسرا ے تھی۔ یہ مکان حکیم محمود خاں صاحب کی اہلیہ کا تھا۔ جو امراؤ بیگم صاحبہ کی ڈوپٹہ بدل بہن ہوئی تھیں۔ غالبؔ مرحوم کے لباس کا ذکر پہلے آچکا ہے وہ گیٹھیلی جوتی پہنتے تھے۔ یہ جوتی سامنے سے مڑی ہوئی تھی، اور لشت پر ایڑی کی طرف کھلی ہوئی رہتی تھی جیسے آج کل سلیپر ہوتے ہیں۔ باہر گھومنے جاتے وقت سلیم شاہی جوتی پہنتے تھے۔ نیم آستین روئی کی صدری موسم سرما میں اور زیادہ سردی میں اسپر فرغل پہنتے تھے جو راقم نے بھی بچپن میں پہنا ہے اور یہ اکثر اب بھی لبادہ کی پہنتے ہیں قاقم اور سمور بھی قبا پر جب کہ کوئی خاص موقع ہوتا تھا تو پہنا جاتا تھا۔ اب یہ سب باتیں خواب ہوگئیں اور ادنیٰ کیا اور اعلیٰ کیا سب نے مغربی تمدن اختیار کرلیا ہے۔

آثم ناصر الدین احمد خاں

عرف خسرو مرزا

لیسوی لوہاروی ثم الدہلوی

مورخہ ۲۰ رجنوری ۱۹۶۹ء

مطابق یکم ذیقعد ۱۳۸۸ھ

نمبر ۲

شجرہ خاندان لوہارو

نقل کردہ از گزٹ سنہ ۱۹۱۰ء

مرزا عارف جان بیگ صوبے دار الملک جو
سنہ ۱۷۵۰ء میں بخارہ سے ہندوستان آئے

معہ برادر کلاں نواب قاسم خان

نواب الٰہی بخش خاں معروف
(شجرہ علیحدہ تحریر ہو چکا ہے)

فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں
فرماں روائے ریاست ہائے
لوہارو، فیروزپور جھرکہ بانی
خاندان لوہارو
پ۔ سنہ ۱۷۶۵ء و سنہ ۱۸۲۷ء

نبی بخش خاں
(شجرہ علیحدہ تحریر ہوگا)

محمد علی خاں
لاپتہ

نواب شمس الدین احمد خاں
والیٔ فیروزپور جھرکہ
(بطن مدی بیگم میاتی سے ہوئے)
پ۔ ۱۸۰۹ء
سنہ ۱۸۳۵ء میں مصلوب ہوئے
(علاقہ فیروزپور جھرکہ ضبط ہوا)

صرف دو لڑکیاں: احمد النساء، محمد النساء

فخر الدولہ نواب امین الدین احمد خاں
والیٔ ریاست لوہارو دوم
(بطن بادشاہ بیگم عرف بیگم جان بخاری)
پ۔ سنہ ۱۸۱۴ء و۔ $\frac{12}{1869}$ ۳۰
زوجہ اوّل ولی النساء بیگم
زوجہ دوم ملکہ بیگم شہزادی

نواب ابراہیم علی خاں
برادر عینی
نواب شمس الدین احمد خاں
و۔ سنہ ۱۸۳۳ء
لاولد

نواب ضیاء الدین احمد خاں
نیر رخشاں برادر عینی
نواب امین الدین احمد خاں
پ سنہ ۱۸۲۱ء و $\frac{6}{1885}$ ۲۱

(اولادِ نواب امین الدین احمد خاں)

فخر الدولہ نواب علاء الدین احمد خاں
فرماں روائے ریاست لوہارو سوم
پ سنہ ۱۸۳۳ء و۔ $\frac{1}{1884}$ ۳۱
زوجہ شمس النساء بیگم
بنت نواب جلال الدین احمد خاں
آف نجیب آباد

نجم الدین احمد خاں
عرف
علی حسین خاں
و $\frac{1}{1884}$ ۲۰
لاولد

عبد المجید خاں

(اولادِ نواب علاء الدین احمد خاں)

فخر الدولہ نواب سر امیر الدین احمد خاں
عرف فرخ مرزا
فرمانروائے ریاست لوہارو چہارم
پ $\frac{1}{1860}$ ۲۶ و سنہ ۱۹۳۷ء
زوجہ اوّل اختری بیگم

نواب زادہ نصیر الدین احمد خاں
عرف رضا مرزا
پ سنہ ۱۸۶۱ء و سنہ ۱۹۳۵ء
صفدری بیگم

نواب زادہ عزیز الدین احمد خاں
عرف عزیز مرزا
پ $\frac{5}{1862}$ ۸ و سنہ ۱۹۱۵ء
حسام الدین
صمصام الدین
مظفر الدین
شمس الدین

نواب زادہ بشیر الدین احمد خاں
عرف بشیر مرزا
پ $\frac{8}{1863}$ ۱۸ و $\frac{1}{1929}$ ۲۱

نواب زادہ ضمیر الدین احمد خاں
عرف ضمیر مرزا
پ $\frac{12}{1867}$ ۱۸ و سنہ ۱۹۴۳ء
لاولد

(اولادِ نواب زادہ بشیر الدین احمد خاں)

معز الدین احمد خاں
عرف سام مرزا
پ سنہ ۱۸۸۴ء
و سنہ ۱۹۳۵ء

ناصر الدین احمد خاں
عرف خسرو مرزا
پ سنہ ۱۸۸۵ء
مولف کتاب ہذا

دو ہمشیرگان (دیکھو سلسلہ قاسم خانی)

(اولادِ نواب سر امیر الدین احمد خاں)

معز الدین احمد خاں
اکبر
یہ ولیعہدی ہی میں فوت ہو گئے

اعزاز الدین احمد خاں
اعظم مرزا
فرمانروائے پنجم لوہارو
پ $\frac{12}{1885}$ ۲۷
و سنہ ۱۹۲۶ء
زوجہ اوّل ذکیہ سلطان بیگم عرف فخر بیگم
زوجہ دوم خدیجہ سلطان

اعز الدین احمد خاں
شاہ رخ مرزا
پ سنہ ۱۸۸۶ء
و سنہ ۱۹۰۵ء

رکن الدین احمد خاں
پ سنہ ۱۸۸۸ء
و سنہ ۱۹۰۹ء

اعزاز الدین احمد خاں
عرف ہمایوں مرزا
پ سنہ ۱۸۹۹ء
و $\frac{8}{1962}$ ۲۷

(اولادِ نواب ضیاء الدین احمد خاں)

شہاب الدین احمد خاں ثاقب
پ و سنہ ۱۸۶۹ء

سعید الدین احمد خاں
پ سنہ ۱۸۵۳ء

(اولادِ شہاب الدین احمد خاں ثاقب)

شجاع الدین احمد خاں
پ سنہ ۱۸۶۰ء

بہاء الدین احمد خاں
پ سنہ ۱۸۶۳ء

سراج الدین احمد خاں
پ سنہ ۱۸۶۴ء

ممتاز الدین احمد خاں
پ سنہ ۱۸۶۶ء

نواب قدرت اللہ بیگ خاں
معروف نواب پنکھے والے

نواب علی بخش خاں

نواب فیض اللہ بیگ خاں
جاگیردار ہتیں ضلع گڑگانوں
پ × د ×

نواب غلام حسین خاں
پ × د ۔ ۱۸۵۴ء
اہلیہ بنیادی بیگم
سالی مرزا غالب

زین العابدین خاں عارف
پ ۱۸۱۲ء / ۱۲۵۳ھ ۔ د ۱۸۵۲ء / ۱۲۶۸ھ

باقر علی خاں کامل
اہلیہ معظم زمانی بیگم
عرف بگا بیگم دختر
نواب ضیاء الدین احمد خاں
نبیرہ؟ درخشاں
پ ۱۸۴۸ء د ۱۸۷۶ء
مطابق یکم جمادی الاول ۱۲۹۳ھ

حسین علی خاں شاداں
پ ۱۸۵۰ء د ۱۸۸۰ء
لاولد

صاحب خانم — سلطان بخش — اسد اللہ خاں — حسن علی خاں

سلطان بخش
فیض محمد خاں

اسد اللہ خاں
محمد حسین خاں

سردار بیگم
زوجہ
جعفر حسین خاں

بھائی مرز
زوجہ
اصغر حسین

بلقیس بیگم
زوجہ
ڈاکٹر مرز یعقوب بیگ

سلطان بیگم
زوجہ
وحید الدین خاں
رفیع الدین
لاولد

عبد الصمد خاں
اقبال — منور — دختر — صابرہ — اصغری بیگم

اصغری بیگم
زوجہ
حکیم امروہوی

حسین علی خاں
نصیر الدین خاں
لاولد

اکبر علی خان
زوجہ
صاحب خانم
بنت
چمن بیگ
متبنہ مبارک بیگم
زوجہ
اختر لونی
۲۰ ۲/۱۸۴۸ کو نکاح ہوا

قاسم علی خاں
سلسلہ نامعلوم

خورشید بیگم عرف حسن جہاں

نکاح اول
حسین علی خاں شاداں
پسر
عارف
۳ ۳/۱۸۶۰ کو نکاح ہوا

دوسرا نکاح بعد وفات شاداں مرزا سہراب بیگ چنگیزی
افراسیاب بیگ چنگیزی
مرزا جمشید بیگ عرف نسیم بیگ چنگیزی

چھوٹی خانم
زوجہ
اکبر بیگ
امانی بیگم
زوجہ
علی بخش خاں
رنجور
(دیکھو شجرہ قاسم خانی)

مرزا اسداللہ خاں غالب
زوجہ
امراؤ بیگم
بنت
نواب الٰہی بخش خاں
برادر نواب احمد بخش خاں
لاولد

یوسف مرزا
عزیزالنساء
زوجہ
غلام فخرالدین خاں
(دیکھو شجرہ قاسم خانی)